بھارتی خفیہ ایجنسی کی سازشوں اور ہولناکیوں کی شرمناک داستان

اِن سائیڈ را

ایک بھارتی صحافی کے تہلکہ خیز انکشافات

INSIDE RAW

PakistaniPoint
www.pakistanipoint.com

A TRUE STORY OF INDIAN INTELLIGENCE RESEARCH & ANALYSIS WING (RAW)

اشوکا رائنا

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

All Rights Reserved. No part of this book may be reprinted in any form or by any means electronic or mechanical, including photocopying, recording or by any information storage retrieval system without prior permission of the publisher.

کتاب : ان سائیڈ را

مصنف : اشوکا رائنا

ترجمہ : ارشد علی

ڈیزائن : فیکٹ کری ایٹو ڈیپارٹمنٹ

قانونی مشیر : تیموری لاء ایسوسی ایٹس 13 فین روڈ لاہور

قیمت : Rs: 500/

Fact Publications aims to promote creative work through book publishing.
More details for our publications, Visit @
www.factpublications.com
We welcome your feed back @
editor@factpublications.com

Jion us on Facebook: Fact.Publications

بہترین کتاب کی اشاعت کیلئے رابطہ کریں:
042-36374538, 0300-9482775

www.pakistanipoint.com

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
☆	مترجم نوٹ	7
☆	میں نے یہ کتاب کیوں اور کیسے لکھی؟	9
☆	آؤ جاسوس، جاسوس کھیلیں	14
☆	دور قدیم میں جاسوسی	14
☆	سن زو	15
☆	کوٹلہ کی ارتھ ساشتر	16
☆	کھیل جاری ہے!	19
☆	آغاز.....	21
☆	برٹش انٹیلی جنس کے مفادات	22
☆	داخلی تنازعات	24
☆	بی این ملک کی تعیناتی	24
☆	1956-68 کا دور	25
☆	فارن انٹیلی جنس ایجنسی کا قیام	26
☆	نئے نام کی تلاش	28
☆	''را'' کی آمد	29

www.pakistanipoint.com

☆	''را''.....ایک عملی ہتھیار	31
☆	''را'' کے مقاصد	32
☆	جاسوسی کی حکمت عملی	34
☆	تنظیم	34
☆	جاسوس سکول	37
☆	وسنت وہار ہاؤس	37
☆	ٹریننگ سکول	38
☆	نئے نظریات	42
☆	سراغ رسانی	43
☆	جاسوس کی ذمہ داریاں	44
☆	جاسوسی کے قصے اور کہانیاں	46
☆	معلومات کی بہم رسانی	51
☆	جوابی انٹیلی جنس	61
☆	غلط معلومات کی فراہمی	65
☆	خصوصی آپریشن	67
☆	خفیہ فوجی یونٹ	70
☆	آل انڈیا ریڈیو (اے آئی آر)	74
☆	مختلف شعبے	75
☆	ایوی ایشن ریسرچ (اے آر سی)	76
☆	سپیشل سروسز بیورو (ایس ایس بی)	76
☆	لوگوں کی ٹوہ میں رہنا	77
☆	سپیشل آپریشن.....بنگلہ دیش	78

www.pakistanipoint.com

☆	بنگلہ دیش آپریشن	79
☆	ابتدائی رپورٹیں	80
☆	اگرتلہ سازش کیس	80
☆	''را'' کی سرگرمیاں	82
☆	مشرقی پاکستان کے راہنماؤں کے مطالبات	82
☆	بڑے حملے کی رپورٹیں	84
☆	پناہ گزینوں کا سیلاب	85
☆	مکتی باہنی	86
☆	اعلیٰ سطح پر تنظیم	89
☆	گوریلوں کی کارروائیوں میں شدت	91
☆	سقوط ڈھاکہ	92
☆	کامیاب چال	93
☆	مجیب الرحمان کا قتل	95
☆	جوابی منصوبہ	96
☆	سپیشل آپریشن ''سکم''	100
☆	پرآشوب ''سکم''	102
☆	سی آئی اے کی شمولیت	103
☆	اعداد و شمار کا حصول	104
☆	راہنماؤں کے قتل کی سازش	105
☆	''را'' کے جوابی اقدامات	106
☆	بھارتی بم..... ''را'' کی نگرانی میں!	108
☆	پورنیما	108

www.pakistanipoint.com

☆	سخت سکیورٹی پلان	110
☆	پوکھران کا دھماکہ	113
☆	''را'' کی سودے بازی	114
☆	''را'' کے منہ پر ایک خوفناک تھپڑ	114
☆	نائر جی کا استعفیٰ	116
☆	''را'' کا اگلا چیف..... سنتوک	117
☆	مکتی باہنی سے غداری	118
☆	چکما عورتوں اور بچوں کا قتل	120
☆	ولی خان کے ساتھ ''را'' کی غداری	122
☆	ولی خان سے وعدہ خلافی	123
☆	''را'' کی ایک اور وعدہ خلافی	124
☆	''را'' میں ہڑتال	125
☆	کیا یہ سب ضروری ہے؟	129

www.pakistanipoint.com

مترجم نوٹ

''ان سائیڈ را'' بھارتی خفیہ ایجنسی کی وہ داستان ہے جو اب تک سامنے نہ آسکی فی تاہم اب جبکہ ''را'' کی یہ کہانی آپ کے ہاتھوں میں ہے، یہ بتانا بہت ضروری ہے کہ ''را'' پاکستان میں بھی بہت زیادہ سرگرم اور متحرک ہے۔ جاسوسی چونکہ اور طرح کا فن ہے اس لئے اس میں ہر وقت حالت جنگ میں رہنا پڑتا ہے۔ ایک جنگ وہ ہوتی ہے جو دو ملکوں کی فوجیں محاذ جنگ پر لڑتی ہیں جبکہ ایک خفیہ جنگ دشمن ممالک حتی کہ دوست ممالک کے مابین ہی جاری رہتی ہے اور یہ غیر اعلانیہ جنگ مختلف ملکوں کی جنگ ہوتی ہے۔ بھارت کی خفیہ ایجنسی ''را'' کی اسی خفیہ جنگ (جواب اتنی خفیہ بھی نہیں رہی) کی کچھ داستان بھارتی صحافی اشوکا رائنا نے جس طرح پیش کی ہے وہ اس حوالے سے بڑی اہم ہے کیونکہ دنیا کے تمام ممالک میں (سوائے امریکہ کے) کہیں بھی خفیہ ایجنسیوں پر کتاب لکھنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ تاہم بھارتی صحافی نے ''را'' کے قیام سے لیکر متعدد آپریشنز کی تفصیلات بے نقاب کر دی ہیں۔

بطور مترجم میں سمجھتا ہوں کہ بھارتی صحافی نے اس کتاب میں بنگلہ دیش آپریشن کا ذکر کرتے ہوئے پاکستان کے بارے میں تعصب کا مظاہرہ کیا ہے اور بہت سے حقائق کو توڑ مروڑ کر پیش کیا ہے۔ کتاب میں بعض جگہ پر یہ بھی محسوس ہوتا ہے کہ مصنف ''را'' کا

www.pakistanipoint.com

دفاع کر رہا ہے، تاہم اس کے باوجود تمام معلومات بڑی دلچسپ اور اہم ہیں۔

یہ کتاب اس لحاظ سے بھی بڑی انکشاف انگیز ہے کہ اس میں پہلی مرتبہ کسی بھارتی صحافی نے پاکستان میں ''را'' کے مختلف دفاتر کی موجودگی کا اعتراف کیا ہے اور بتایا ہے کہ پاکستانی سفیروں کے بعض غیر ذمہ دارانہ بیانات نے ''را'' کو آپریشن کرانے میں کس طرح راہنمائی فراہم کی۔ یہاں میں اس امر کی وضاحت بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ قارئین کتاب کے مطالعے کے دوران اس حقیقت کو ضرور سامنے رکھیں کہ یہ ایک بھارتی صحافی کی لکھی ہوئی کتاب ہے اور بھارت میں رہتے ہوئے اس طاقتور خفیہ ایجنسی کے بارے میں لکھتے ہوئے اس کا قلم کتنا آزاد ہو سکتا ہے؟ اس کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے تاہم اس کے باوجود میرے خیال میں ''را'' کے بارے میں اتنی اہم، جامع اور مفصل معلومات کوئی اشوکا رائنا جیسا تحقیقی صحافی ہی لکھ سکتا تھا۔ مجھے جو بات شدت سے محسوس ہوئی وہ یہ ہے کہ مصنف نے ''را'' کی کم ہولناک تصویر پیش کی ہے، لیکن یہ بات بھی کچھ سمجھ میں آتی ہے کہ بھارت میں رہ کر بھارت کی خفیہ ایجنسی کے بارے میں کچھ لکھنا واقعی مشکل کام ہے۔ بھارت میں تو ایک تحقیقی صحافی نے تمام خطرات مول لے کر ''را'' پر کتاب لکھ دی لیکن شاید پاکستان میں کوئی تحقیقی صحافی اپنی ایجنسیوں پر کتاب نہ لکھ سکے۔ یہ میرا ذاتی خیال ہے۔ پاکستانی تحقیقی صحافیوں اور مصنفین کو اس بارے میں سوچنا چاہیئے۔

ارشد علی

لاہور

Email: arshadfd@yahoo.com

www.pakistanipoint.com

میں نے یہ کتاب کیوں اور کیسے لکھی؟

دنیا کی کوئی خفیہ ایجنسی اتنی تنقید کا نشانہ نہیں بنی جتنی تنقید بھارتی خفیہ ایجنسی ریسرچ اینڈ انیلیسز ونگ (را) پر ہوئی ہے۔ بھارت میں اور اس سے باہر ''را'' کے خوب لتے ''لئے'' جاتے رہے ہیں۔ گزشتہ بارہ سالوں کے دوران ''را'' کی کارروائیوں کے بارے میں بھارت کی لوک سبھا میں بھی متعدد بار آواز بلند ہوتی رہی ہے۔ ''را'' کے بارے میں غلط اطلاعات کا ایک طوفان برپا کیا گیا۔ فلموں، کتابوں، رسالوں، مضامین اور اخباری رپورٹوں میں اس کی ایک مسخ شدہ تصویر پیش کی گئی۔ لاعلمی کی وجہ سے ''را'' کے بارے میں ایک عام خیال یہ ہے کہ یہ کامیابی سے زیادہ ناکامیوں کی کہانی ہے اور عزت سے زیادہ رسوائی کی داستان ہے۔ یہ خیال بالکل غلط ہے۔ اگر کسی خفیہ ایجنسی کی ناکامیاں، کامیابیوں سے زیادہ ہوں تو بھارت ایک طرف دنیا کا کوئی ملک ایسی ایجنسی کو ایک لمحے کے لئے برداشت نہ کرے گا اور اس کا بوریا بستر لپیٹ دیا جائے گا۔ اگر بھارت سرکار اتنی مہنگی خفیہ ایجنسی کے اخراجات برداشت کر رہی ہے تو اس کے پس پردہ کوئی تو کہانی ہوگی؟ میں اس کتاب کے ذریعے وہی کہانی آپ کو سنانا چاہتا ہوں۔

دنیا بھر کے جاسوسوں کی طرح ''را'' کے جاسوسوں کو بھی عوام میں کبھی کچھ کہنے کا حق نہیں دیا جاتا۔ ان کے لئے ایک ہی حکم ہوتا ہے کہ ''بس! خاموش رہو!'' بھارت

سرکار بھی اسی حکم کے تحت ''را'' کو چلا رہی ہے۔ ایک بے چارے جاسوس کی خاموشی اس وقت بھی نہیں ٹوٹتی جب خفیہ ایجنسی کے مخالفین اس کے کردار پر کیچڑ اچھال رہے ہوتے ہیں۔ یہ 9 جولائی 1980ء کی بات ہے۔ جب پہلی مرتبہ بھارتی وزیراعظم شری اندرا گاندھی نے خاموشی کا پردہ چاک کیا اور نئی دہلی میں خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ''پارلیمنٹ اور اس کے باہر ''را'' کے بارے میں یہ عام تاثر ہے کہ یہ ملکی معاملات میں مداخلت کرتی ہے، یہ تاثر غلط اور بے بنیاد ہے۔''

اس نوع کی کتاب تحریر کرتے ہوئے مصنف کے ذہن میں متعدد سوالات اٹھتے ہیں۔ پہلا سوال یہ اٹھتا ہے کہ قاری یہ کتاب پڑھتے ہوئے سب سے پہلے یہ سوچے گا کہ مصنف نے یہ معلومات کہاں سے لیں؟ جہاں سے یہ معلومات حاصل کی گئیں کیا وہ ذریعہ قابل اعتماد تھا؟ قاری کے ذہن میں آنے والے سوالات بے جا نہیں، کیونکہ کتاب کا موضع ہی اتنا اہم ہے کہ درست اور سچی معلومات کا حصول ضروری تھا۔ میں نے اس سلسلے میں متعدد دستاویزات کا مطالعہ کیا لیکن بعض اہم اور خفیہ دستاویزات حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہوسکا۔ ایک چیز جس نے مجھے یہ کتاب لکھنے پر مجبور کیا وہ ''را'' کے بارے میں اخبارات کی سنسنی خیز شہ سرخیاں اور سخت عوامی تنقید تھی۔ جس نے اسٹیبلشمنٹ میں سے بہت سے لوگوں کو اس حساس ایجنسی بارے زبان کھولنے پر مجبور کیا۔ ان شخصیات کی ''را'' کے ساتھ ایک طویل رفاقت تھی۔ بہت سے ایسے تھے جو کچھ بتانے کے موڈ میں تھے۔

ایک بات میں واضح کرتا چلوں کہ ''را'' میں جو میرے تعلق والے لوگ تھے ان میں سے کسی نے بھی اس کتاب کی اشاعت کے لئے مجھے ''گرین سگنل'' نہ دیا۔ بلکہ کسی اشارے، کنایے سے بھی مجھے یہ نہیں کہا کہ یہ باتیں شائع کردو۔ میں نے جب ''را'' کے پہلے سربراہ آر۔ این۔ کاؤ سے رابطہ کیا اور انہیں اپنے عزائم سے آگاہ کیا تو انہوں نے مجھے کہا، ''یہ کتاب کسی بھی صورت، کبھی بھی نہیں لکھی جانی چاہئے۔'' لیکن اس وقت

میں نے اپنی کتاب کا ابتدائی مسودہ تیار کر لیا تھا اور آر این کاؤ سے ملاقات سے قبل میں اسے اشاعت کے لئے بھی بھجوا چکا تھا۔ آر این کاؤ شائد اپنے طور پر درست ہی کہہ رہا تھا کیونکہ ایک حساس انٹیلی جنس ایجنسی کے سابق طاقتور چیف کو شائد ایسا ہی کہنا چاہئے تھا۔

میں نے جب اس کتاب کو لکھنے کا عمل شروع کیا تو میرے متعدد دوستوں نے مجھ سے استفسار کیا کہ میں ''را'' کے لئے کیسے لکھ سکتا ہوں جبکہ میں نے ''را'' کے لئے کوئی کام ہی نہ کیا ہو؟ کچھ دوستوں نے اپنے طور پر یہ نتیجہ اخذ کر لیا کہ میں ''را'' کے لئے کام کر چکا ہوں یا کر رہا ہوں۔ جو لوگ میرے بارے میں اس طرح سوچ رہے ہیں ان کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ جو صحافی، تحقیقاتی صحافت (Investigative Juournalism) سے وابستہ رہا ہو اس کے لئے یہ ضروری نہیں ہوتا کہ جو تجربات وہ بیان کر رہا ہے وہ خود بھی ان سے گزرا ہو۔ اس تصنیف کے لئے مجھے بہت سے پاپڑ بیلنا پڑے۔

مجھے یقین ہے کہ جو کچھ اس کتاب میں موجود ہے، دیگر ملکوں کی خفیہ ایجنسیوں کی کارروائیوں کی صورت میں پوری دنیا اس سے باخبر ہے۔ اب پاکستان کی خفیہ ایجنسی آئی ایس آئی، چین کی خفیہ ایجنسی، امریکہ کی سی آئی اے، برطانیہ کی ایس آئی ایس اور روس کی کے جی بی کے ''کارناموں'' سے کون واقف نہیں؟ تاریخ عالم ان ایجنسیوں کی وارداتوں سے بھری پڑی ہے۔ تو کیا یہ ضروری ہے کہ روشنی کے اس دور میں بھارتی عوام کو جہالت کے اندھیروں میں رکھا جائے۔ حالانکہ یہ تمام واقعات رونما ہو چکے ہیں تو پھر ان پر اخفاء کا پردہ پڑا رہنا کیوں ضروری ہے؟

میں نے جو کچھ بھی تحریر کیا، مجھے اسے اکٹھا کرنے میں تین سال کا عرصہ لگا میں نے لفظ، لفظ یہ مواد اکٹھا کیا۔ یہ مواد اس سے علیحدہ تھا جو میں قبل ازیں متعدد مضامین اور تحقیقی مضامین کی صورت میں مختلف اخبارات و جرائد میں شائع کروا چکا تھا۔ ایک

وضاحت ضروری ہے کہ اس کتاب میں جن شخصیات کے نام میں نے تحریر کئے ہیں انہوں نے مجھے کوئی اندر کی بات نہیں بتائی۔ بہت سے حقائق میں نے ''را'' کے حاضر سروس اور ریٹائرڈ لائف گزارنے والے افسران اور ملازمین سے ملاقاتیں کر کے اکٹھے کئے، ان افراد کے نام میں نے کہیں بیان نہیں کئے کیونکہ ان لوگوں نے اپنا نام صیغہ راز میں رکھنے کی صورت میں مجھے بہت کچھ بتایا تھا اور بڑے بڑے قومی راز افشاء کئے تھے۔ میں ان تمام افراد کا تہہ دل سے مشکور ہوں کیونکہ ان کی مدد اور تعاون کے بغیر میرے لئے ''را' کا اصل چہرہ دکھانا ممکن نہ تھا۔

ہاں! اس کتاب بارے یہ کہنا کہ یہ ''را'' کی مکمل کہانی ہے اور یہ کہ اس بارے کچھ اور تحریر نہیں کیا جا سکتا یہ ایک درست بات نہیں ہے۔ ''را'' کے بہت سے آپریشن کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے میں نے کچھ واقعات اور کچھ چہرے ادھر، ادھر کر دیئے ہیں، تاکہ آپریشن میں حصہ لینے والوں کی شناخت نہ ہو سکے۔ ان آپریشنز کی تفصیلات مجھے باخبر ذرائع سے ملیں۔ میں پورے وثوق سے یہ کہہ سکتا ہوں کہ یہ ذرائع انتہائی قابل اعتماد ہیں، ہو سکتا ہے کہ کچھ واقعات کسی خاص گروہ یا طبقے کے بارے کسی خاص سوچ کی عکاسی کرتے ہوں لیکن میں نے ارادتاً ایسا نہیں کیا۔ میں نے را کے متعدد کرداروں کی صحیح تصویر دکھانے کے لئے ایسے واقعات تحریر کئے ہیں کیونکہ ان واقعات کے بغیر شائد اس کا اصل چہرہ پردے کے پیچھے ہی رہتا۔

اس کتاب میں پیش کیا جانے والا مواد میری ڈائری کے اوراق، بے نام انٹیلی جنس افسروں سے گفتگو کی ریکارڈنگ، اخباری رپورٹوں، جریدوں اور کتابوں کے اقتباسات پر مشتمل ہے۔ میں برسوں اس خفیہ ادارے کے افسروں سے ملاقاتیں کر کے ان ملاقاتوں کی تفصیل اپنی ڈائری میں جمع کرتا رہا۔ جن رپورٹوں، کتابوں اور جریدوں کے حوالے میں نے اس تصنیف میں دیئے ہیں، ان کتابوں کی فہرست اس کتاب کے اختتام پر ''کتابیات'' کے عنوان سے دے دی گئی ہے۔ میرے چند دوستوں نے ''را''

PakistaniPoint
www.pakistanipoint.com

کے اکثر لوگوں سے ہونے والی میری ملاقاتوں کے آڈیو ٹیپ سن کر مجھے انٹرویو تحریر کر کے دیئے اور کچھ نے خفیہ مواد اکٹھا کرنے کے لئے میرے ساتھ بھاگ دوڑ کی۔ میں خاص طور پر اندیرا لال کا مشکور ہوں جس نے اس کتاب کا مسودہ پڑھا۔ میں اپنے والد محترم لیفٹیننٹ کرنل بی ایل رائنا کا بھی مشکور ہوں کہ انہوں نے مجھے قیمتی آراء سے نوازا۔ اپنی شریک حیات نیرا کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہوں گا جو اس موضوع سے اجنبی ہونے کے باوجود میرے کام میں میرا ہاتھ بٹاتی رہی، میں اپنے بچوں راجیت اور رنجیت کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے مجھے اپنے شور اور شرارتوں سے بچائے رکھا۔ کتاب لکھنے کے دوران دس سالہ رنجیت اپنے دوستوں کو فخر سے بتاتا تھا۔ ''میرے ڈیڈی ''را'' پر ایک کتاب لکھ رہے ہیں۔ یہ ایک جاسوسی کہانی ہے۔ اس کہانی کی سمجھ بڑے بڑوں کو بھی نہیں آئے گی، میرے بابا ''را'' کے بارے میں سب کچھ بتانا چاہتے ہیں۔

میرا خیال ہے کہ میں سب کچھ بتانے میں تو کامیاب نہیں ہو سکا لیکن بہت کچھ بتانے میں ضرور کامیاب ہو گیا ہوں۔

اشوکا رائنا

نئی دہلی (بھارت)

www.pakistanipoint.com

باب 1

''آؤ جاسوس، جاسوس کھیلیں''

جاسوسی قوموں کا وہ واحد کھیل ہے جو وہ عرصہ دراز سے کھیل رہی ہیں۔ انٹیلی جنس کے حلقوں میں ستر پوشی کے اصول کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔ جاسوس کو خود کو عوام کی نظروں سے اوجھل رکھنا پڑتا ہے۔ وہ اپنی حرکات وسکنات کو پوشیدہ رکھتا ہے اور جہاں وہ عیاں ہو جاتا ہے وہیں اس کی گرفتاری ضروری ہو جاتی ہے۔ بنیادی سوال یہ ہے کہ جاسوسی کیوں ضروری ہے؟ اس کا آسان اور سادہ سا جواب یہ ہے کہ ''زندہ رہنے کے لئے جاسوسی ضروری ہے۔''

دور قدیم میں جاسوسی:

انسان میں زندہ رہنے کی خواہش اتنی ہی قدیم ہے جتنی کہ خود زندگی - پتھر اور لوہے کے دور کے لوگ بھی پتھر اور مختلف دھاتوں کے ہتھیار استعمال کرتے تھے۔ یہ ہتھیار نہ صرف دوسروں کو ہلاک کرنے اور خوراک حاصل کرنے کے کام آتے تھے بلکہ قدیم زمانے کے لوگ جانوروں سے بچنے کے لئے بھی ہتھیاروں سے کام لیتے تھے اور بعد ازاں وہ انہی ہتھیاروں سے اپنے ساتھیوں سے بھی دفاع کرتے تھے۔ بقا اس دور میں نہ صرف ہتھیاروں کی کوالٹی اور ان کے استعمال کے طریقوں میں مضمر تھی بلکہ دشمن کے رویے جاننا بھی ضروری تھا کہ کب، کہاں اور کون سا حریف حملہ آور ہوگا۔ جس گروہ

www.pakistanipoint.com

خص کے پاس یہ علم ہوتا وہ اسے اپنی فتح اور زندگی کی بقا کے لئے استعمال کرتا۔ اس رح دشمن کے رویے اور ارادوں کا علم بقا اور فتح کا ضامن بن جاتا۔ اس علم سے بے ری کا مطلب شکست اور موت تھا۔ اس طرح گروہوں کے درمیان بقا کے لئے دشمن ے بارے میں معلومات کا حصول زندگی کی ایک بنیادی شرط بن گیا۔ جو لوگ اس قسم کی علومات جمع کرتے انہیں ''گپ چر جاسوس'' (guptchar Jasoas) یا خفیہ کاؤٹ کہا جاتا تھا۔ جاسوس ..... ایک ایسا شخص جو معلومات جمع کرنے کے لئے نگرانی رتا ہے۔ آگے چل کر جب اس کام نے باقاعدہ ایک نظام کی صورت اختیار کر لی تو ں سے وہ نظام ترتیب پایا جسے ہم ''جاسوسی کا نظام'' کہتے ہیں۔

قدیم بھارت کے مجسموں میں سے ہمیں رگ وید کے حوالے سے وارونا کے اسوس ''سپاسا'' کا مجسمہ ملتا ہے۔ وارونا کے جاسوس کی ایک ہزار آنکھیں ہیں۔ عہد ریم کی کتابوں میں لکھا ہے۔

''بادشاہ کے فرائض میں یہ شامل ہے کہ اسے اندرون ملک عوام پر نگاہ رکھنے ور بیرون ملک دشمن کی سرگرمیوں پر نظر رکھنے کا مکمل اختیار ہو گا۔'' ان کتابوں میں جاسوسوں کی پانچ اقسام بیان کی گئی ہیں۔ ہندوؤں کی قدیم مذہبی کتاب رامائن میں یرونی ممالک کی سرگرمیوں کو جاسوسوں کے ذریعے نگاہ میں رکھنے کی ضرورت پر زور یا گیا ہے۔ اسی طرح مہا بھارت میں بھی ایسے واقعات ملتے ہیں کہ جاسوس اپنے دشاہ کو دوسرے ملکوں کے واقعات کی رپورٹ پیش کرتے ہیں۔ اسی طرح کی مثال ائبل میں بھی ملتی ہے۔

ن زو:

جاسوسی نظام بطور ایک نظام کے دنیا میں کب رائج ہوا؟ اس بارے میں کوئی حتمی ات نہیں کہی جا سکتی۔ انسانی تاریخ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی ہزاروں سال قبل کی تاریخ ہے۔ رچرڈ ڈیکن اپنی تصنیف ''چینی خفیہ ایجنسی کی تاریخ'' میں لکھتا ہے کہ

510ق م میں ایک بادشاہ سن زو نے ایک کتاب ''جنگی اصول'' تحریر کی۔ یہ کتاب جنگ اور جاسوسی پر دنیا کی قدیم ترین تصنیف تسلیم کی جاتی ہے اور خاص طور پر کسی خفیہ ایجنسی کی تشکیل و تنظیم کے اصول اور ضابطے بھی سب سے پہلے ہمیں اسی کتاب سے ملتے ہیں۔ سن زو اپنی تصنیف ''جنگی اصول'' میں لکھتا ہے کہ ''جنگ کسی ریاست کا ایک عظیم معاملہ ہے۔ زندگی اور موت سے تعلق رکھنے والا مسئلہ، سلامتی یا تباہی کی جانب جانے والی شاہراہ، جنگ کا مطالعہ خوب جانفشانی اور دل لگا کر کرنا چاہئے۔ اس اٹی کے پانچ دھاگے ہیں اول نسل، دوئم جنت، سوئم زمین، چہارم راہنمائی اور پنجم آلات حرب، یعنی جنگی ساز وسامان۔ سن زو نے ان پانچ خصوصیات کو جاسوسی پر منطبق کر کے اس سے جاسوسوں کی پانچ اقسام تشکیل دیں۔ نمبر ایک مقامی جاسوس؛ یہ دشمن ملک میں جا کر اپنے رویے سے لوگوں کے دل جیتنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کے سلوک سے جو متاثر ہو جائے یہ اسے اپنے حلقۂ جاسوس میں شامل کر لیتا ہے۔ دوسرے نمبر پر داخلی جاسوس ہے؛ یہ دشمن ملک کے فوجیوں، افسروں اور عام شہریوں کو جاسوسی کے لئے بطور ایک ذریعہ استعمال کرتا ہے۔ تیسرے نمبر پر جاسوس متبادلہ ہے؛ یہ رشوت دے کر دوسرے ملکوں کے جاسوسوں کی وفاداریاں تبدیل کر کے انہیں خرید لیتا ہے اور پھر ان کی مہارتوں کو اپنے ملک کے لئے جاسوسی کروانے کے لئے استعمال کرتا ہے، چوتھے نمبر پر مذمتی جاسوس ہے، یہ جاسوسی کی وہ قسم ہے کہ جب کوئی جاسوس کسی دوسرے ملک میں جاسوسی کرتا پکڑا جائے تو وہ جان بوجھ کر دشمن ملک کو گمراہ کن معلومات دے۔ پانچویں نمبر پر عام جاسوس ہے؛ یہ ملک کی مسلح افواج کے شانہ بشانہ رہ کر جاسوسی کرتا ہے۔

کوٹلہ کی ارتھ شاستر:

بھارت میں جاسوسی کے لئے سب سے معروف کام چانکیہ آر شام شاستری نے کیا جس نے کوٹلہ کی کتاب ''کوٹلہ کی ارتھ شاستر'' کا ترجمہ کیا۔ کوٹلہ نے ارتھ شاستر 300ق م سے 321ق م کے دوران تحریر کی۔ جب ہم سن زو اور کوٹلہ کی تحریریں

پڑھتے ہیں تو ہمارے ذہن میں ایک گھنٹی سی بجنے لگتی ہے۔ کوٹلہ نے ارتھ شاستر میں جاسوسوں کی ذمہ داریوں پر مشتمل پورا باب تحریر کیا ہے۔ کوٹلہ لکھتا ہے۔ ''حکمرانی کے طور طریقوں کی اپنی ایک سائنس ہے۔ اور یہ سائنس سمجھنے کی ضرورت ہے۔'' کوٹلہ ابتدائی طور پر جاسوسوں کو دو حصوں میں تقسیم کرتا ہے۔ اول مقامی ایجنٹ (سما ستھا) اور دوئم گشتی ایجنٹ (سم کارا)، انہیں سپر وائزر بھی کہا جاتا تھا۔ اس دور میں بادشاہ کسی ایک جاسوس پر انحصار نہ کرتا تھا۔ بلکہ جاسوسی کے پانچ ادارے بیک وقت کام کرتے تھے۔ یہ تمام اپنی علیحدہ علیحدہ رپورٹیں بادشاہ کو ارسال کرتے۔ ان پانچ اداروں کی رپورٹیں موصول ہونے کے بعد انہیں ایک جگہ مرتب کرنے کے لئے ایک علیحدہ ادارہ قائم تھا۔ یہ ادارہ ان رپورٹوں میں سے اہم رپورٹوں کی تصدیق کرتا۔ یہ جاسوس خاص کوڈ استعمال کرتے تھے اور اطلاعات پہنچانے کے لئے تجربہ کار اور مشاق کبوتروں سے کام لیتے تھے۔ رپورٹیں کوڈ ورڈ (خفیہ الفاظ، پیغامات، نشانات) میں لکھ کر ان کبوتروں کے پاؤں کے ساتھ باندھ دی جاتیں۔ کبوتروں کو اپنی منزل مقصود کا پتہ ہوتا تھا۔ سو میں سے ایک واقعہ ہی ایسا ہوتا کہ کبوتر اپنی منزل پر نہ پہنچ پاتا۔

ایک جاسوس کو اپنے فرائض کی ادائیگی کے دوران مختلف امور انجام دینا پڑتے۔ ان میں سے ایک اہم کام یہ تھا کہ جاسوس کو حکومتی افسران اور ملازمین کے رویے کو دیکھنا ہوتا تھا۔ جاسوس کا یہ فرض بھی تھا کہ وہ حکومتی فیصلوں پر عوامی ردعمل اور رائے عامہ جمع کر کے بادشاہ تک پہنچائے۔ چنانچہ جاسوس جرائم کی تفتیش کے لئے متعلقہ عدالتوں کی مدد کرتے اور ان کا سب سے اہم کام دشمن ہمسایہ ریاستوں کے معاملات اور سرگرمیوں کی رپورٹیں بادشاہ تک پہنچانا ہوتا تھا اور ان رپورٹوں میں خاص طور پر دشمن کی کامیابیوں، ناکامیوں، اس کی مضبوطیوں اور کمزوریوں کی مکمل داستان شامل ہوتی تھی۔ عام معنوں میں جاسوسی، بیرونی ریاستوں کے اندرونی معاملات خاص طور پر ان کی سیاست، سفارت اور دفاعی معاملات کے بارے میں رپورٹیں جمع کرنے کا نام ہے۔

www.pakistanipoint.com

کوٹلہ کے بقول سفارتی جاسوسی عام دیگر ملکوں میں تعینات سفیروں کے ذریعے کروائی جاتی تھی۔ زمانہ امن میں ان سفیروں کا کام یہ ہوتا تھا کہ وہ نہ صرف متعلقہ ملک کے ساتھ مختلف معاملات پر بات چیت جاری رکھیں بلکہ متعلقہ ملک میں ہونے والی تمام سرگرمیوں کی رپورٹ بھی اپنے بادشاہ کو ارسال کریں۔ ان کا کام ان تمام امور کے بارے میں ایسی رپورٹیں اکٹھی کرنا ہوتا تھا جو کہ بلاواسطہ یا بالواسطہ ان کی اپنی ریاست کو متاثر کر سکیں۔ ایک سفیر کے فرائض گنواتے ہوئے کوٹلہ لکھتا ہے کہ ''سفیر کو دشمن ملک کے افسروں سے بہترین تعلقات استوار کرنے چاہئیں۔ خاص طور پر ایسے افسروں سے جو ملکی سرحدوں اور شہری سرحدوں کے انچارج ہوں۔ اسے فوجی اڈوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنی چاہئیں اور خاص طور پر اپنے ملک کے دشمنوں پر نگاہ رکھنی چاہئے۔ اسے مختلف جنگی قلعوں کی تعداد اور سائز کا بھی پتہ ہونا چاہئے۔ حتیٰ کہ ایک جاسوس کو فقیروں میں ہونے والی گفتگو، نشئی لوگوں کی بات چیت اور عبادت گاہوں میں متقی لوگوں کی گپ شپ پر بھی دھیان دینا چاہئے۔

قدیم بھارت میں سفیر کے فرائض میں نہ صرف اپنے ملک کی نمائندگی کرنا ہوتا تھا بلکہ دوسرے ملک میں اسے ایک قابل احترام جاسوس کے طور پر بھی اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونا پڑتا تھا۔ دوسری طرف ملٹری انٹیلی جنس، سیکرٹ ایجنٹوں پر مشتمل ہوتی تھی۔ تاکہ حریف ریاستوں کے بارے مکمل اور درست معلومات جمع کی جا سکیں اور دشمن ملک کے منصوبوں اور تحریکوں پر نگاہ رکھی جا سکے۔ کوٹلہ، فوج میں جاسوسوں کی بھرتی کا پرزور حامی تھا۔ اس کے نزدیک جاسوس کا ایک کام اپنے ملک کی فوج کا مورال بلند رکھنا ہے اور اس کے لئے اسے نفسیاتی جنگ کے تمام حربے استعمال کرنے چاہئیں۔ دوران جنگ جاسوس کا یہ کام ہونا چاہئے کہ وہ اپنے ملک کی فوج کی فتح اور دشمن کی شکست کے بارے میں پراپیگنڈا کرے اور دشمن کی فوج میں بدگمانیاں اور وسوسے پیدا کرے تاکہ فوج مختلف حصوں میں بٹ جائے۔ وہ دشمن کو خوف و ہراس میں مبتلا کر دے اور دشمن کو

بتائے کہ اس کا اپنا قلعہ گر چکا ہے یا اس میں آگ لگ گئی ہے یا دشمن بادشاہ کو یہ اطلاع دے کہ اس کے اپنے خاندان میں سے کسی نے علم بغاوت بلند کر دیا ہے۔ جاسوسی اور محبت میں سب کچھ جائز ہے۔ یعنی کنسوئی لینا، جھوٹ بولنا، رشوت دینا، زہر پھیلانا اور اسی نوع کے دیگر کام۔ یہ سب جاسوسی کے اہم اجزاء ہیں۔

کھیل جاری ہے!

کوٹلہ اور سن زور سے لے کر اب تک جاسوسی کے کاروبار میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ کم از کم بنیادی اصول وہی ہیں جو اس سے قبل تھے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی میں ہونے والی روز افزوں ترقی نے انٹیلی جنس اداروں کی شکل وصورت کو تبدیل کر کے رکھ دیا ہے۔ مختلف لوگوں کے لئے لفظ ''انٹیلی جنس'' مختلف معانی رکھتا ہے۔ دنیا کے زیادہ تر لوگوں کے لئے جاسوس، ایجنٹ اور انٹیلی جنس جیسے الفاظ گندے الفاظ بن گئے ہیں۔ یہ ضروری ہے کہ حقیقت بیان کرنے سے قبل لفظ انٹیلی جنس کی وضاحت کر لی جائے۔ اگرچہ کوٹلہ نے انٹیلی جنس کے اس سارے نظام کو بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے۔ بھارت کی خفیہ ایجنسی کے ایک انسٹرکٹر کے بقول ''یہ کہنا کہ ہم فلاں ذریعے سے بہت زیادہ انٹیلی جنس کر رہے ہیں غلط ہوگا، کیونکہ انٹیلی جنس اس وقت استوار کی جاتی ہے جب آپ کے پاس بنیادی معلومات ہوں۔ معلومات جمع کرنا اور دوسرے مرحلے میں ان کا تجزیہ کرنا پھر تیسرے مرحلے میں انٹیلی جنس والی بات کہی جا سکتی ہے۔''

اپنی روز مرہ زندگی میں ہم معلومات جمع کرتے رہتے ہیں۔ ہمیں اپنی ملازمت کو استحکام دینے کے لئے معلومات کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہم ان معلومات سے فائدہ حاصل کرنے کے لئے تجزیے کے عمل سے گزارتے ہیں۔ ہم بنیادی معلومات جمع کرتے ہیں اور ان معلومات کو کوئی نہ کوئی شکل وصورت دے کر انہیں وہاں استعمال کرتے ہیں جہاں ہمیں ان کی ضرورت ہوتی ہے۔ آپ اس شخص کی مثال کو مدنظر رکھئے جو ابر آلود موسم میں گھر سے نکلتا ہے، وہ اوپر دیکھتا ہے جہاں اسے سیاہ بادل نظر آتے

ہیں۔ گھر سے نکلنے سے پہلے ہی اخبار میں موسم کی رپورٹ دیکھ کر اس نے گھر سے ہی رین کوٹ پہن لیا تھا۔ یعنی اسے جو معلومات ملیں اس نے ان معلومات کی روشنی میں خراب موسم سے نبٹنے کا خصوصی انتظام کر لیا۔ اس نے اپنی معلومات کو اپنے عمل کے ساتھ باہم ملا کر اسے انٹیلی جنس میں تبدیل کر لیا۔

اس ایک شخص کے مقابلے میں جس نے بارش کی خبر پڑھ کر گھر سے ہی رین کوٹ پہن لیا تھا ایک ملک کے لئے معلومات اکٹھی کرنا اور ان کا تجزیہ کرنا ایک مشکل ترین بلکہ ناممکنات میں شمار ہونے والا کام ہے۔ ایک ملک کو اس قسم کی معلومات کے حصول کے لئے ایک ایسی تنظیم کی ضرورت ہوتی ہے جس میں ماہرین شامل ہوں۔ جاسوسی ایک مشکل ترین اور جان جوکھوں میں ڈالنے والا فن ہے اور یہ کسی اوسط ذہن کے مالک شخص کے بس کی بات نہیں۔ بھارت کی پہلی فارن انٹیلی جنس ایجنسی کے پہلے ڈائریکٹر جنرل آر این کاؤ کے الفاظ میں فارن انٹیلی جنس ایجنسی کسی حکومت کی آنکھیں اور کان ہوتی ہے۔ اس کے بغیر کوئی بھی حکومت ایک اندھے اور بہرے کی طرح ہوتی ہے۔

www.pakistanipoint.com

باب 2

آغاز.....

آگ تین روز تک جلتی رہی.....

یہ آگ شملے میں برٹش پولیٹیکل ڈیپارٹمنٹ میں بھڑک رہی تھی۔ شملہ ..... حکومت کا گرمائی دارالخلافہ..... شملہ کے برٹش پولیٹیکل ڈیپارٹمنٹ میں وہ ریکارڈ جلایا جا رہا تھا جو سالوں ان فائلوں میں محفوظ رہا۔ یہ ریکارڈ، راجوں ..... مہاراجوں کی ذاتی زندگی ..... ان کے سیکنڈل ..... اور انگریز سے ان کی وفاداریوں کے متعلق تھا۔ ان معلومات نے انگریزوں کو مختلف ریاستوں کے مہاراجوں کو بلیک میل کر کے ان کی شہ رگ پر انگوٹھا رکھنے میں بڑی مدد کی تھی۔ مہاراجوں کے اس ریکارڈ کے ساتھ وہ رجسٹر بھی تیزی سے آگ کی نذر ہو رہے تھے جن میں انگریز کے وفاداروں، مخبروں اور تنخواہ داروں کے کوائف درج تھے۔

انگریز اب ہندوستان کو چھوڑ رہا تھا۔ لیکن جانے سے قبل وہ اپنے وفاداروں کے بہی کھاتوں کو آگ کے حوالے کر رہا تھا۔ مبادا ایسا نہ ہو کہ یہ ریکارڈ آنے والی عوامی حکومتوں کے ہاتھ لگ جائے اور اس کو پڑھ کر انگریزوں کے وفاداروں کے نام منظر عام پر آ جائیں۔ یہ ریکارڈ جلانا اس لئے ضروری تھا کہ اس میں اس قوم کے غداروں کے نام

درج تھے جنہوں نے چند ٹکڑوں اور چند سکوں کے عوض اپنا ضمیر اور اپنے لوگوں کو بیچ ڈالا تھا۔ یہ ریکارڈ نئی حکومت کو منتقل کرنا خطرناک ہو سکتا تھا اس لئے غداروں کی تاریخی شہادتیں آگ میں ڈال کر ضائع کی جا رہی تھیں۔

اس طرز کی آگ صرف شملہ کے برٹش پولیٹیکل ڈیپارٹمنٹ میں ہی نہیں بھڑکی تھی بلکہ اس طرح کے شعلے ہندوستان میں مختلف لائبریریوں اور دفاتر میں بھی بلند ہوئے جہاں جہاں یہ حساس ریکارڈ موجود تھا وہاں وقفے، وقفے سے آگ بھڑک اٹھتی اور اس آگ میں انگریز کے حمائیتیوں، جاسوسوں، مخبروں اور ان لوگوں کے نام جل جاتے جنہوں نے ہندوستان کی آزادی کی تحریک کے خلاف انگریز کا ساتھ دیا تھا۔ جب بھارت کی انٹیلی جنس سروس کے پہلے چیف سنجیوی پلانی نے اس کا چارج سنبھالا تو یہ ایک ایسے جسم کی مانند تھی جس کا سر اور دیگر اعضا کاٹ دیئے گئے ہوں۔ بھارتیوں میں سے وہ لوگ جو قابل اعتماد تھے، مسلمان تھے اور یہ انگریزوں کے ساتھ ہی 15 اگست 1947ء کو ملک چھوڑ گئے تھے اور نئے بننے والے ملک پاکستان چلے گئے تھے۔ وہ شخص جسے انگریزوں کی زیر نگرانی انٹیلی جنس بیورو کی تنظیم کا وسیع تجربہ تھا اس کا نام غلام محمد تھا وہ بھی ہندوستان چھوڑ کر پاکستان چلا گیا تھا۔ جہاں وہ پاکستان کی انٹیلی جنس بیورو کا پہلا ڈائریک جنرل بنا۔

برٹش انٹیلی جنس کے مفادات:

بھارت میں برٹش انٹیلی جنس اور انگریزوں کا مفاد بنیادی طور پر دو نکات سے وابستہ تھا۔ پہلا یہ کہ شمال مغربی صوبے میں قبائل اور افغانوں کے ساتھ مستقل طور پر چھوٹی جھڑپیں جاری رکھی جائیں۔ دوسرا یہ کہ اور روس کو سرحدوں سے دور رکھا جائے۔ برٹش انٹیلی جنس ادارے نے ان دو امور کی جانب اپنی توجہ مبذول کئے رکھی۔ اس دوران روس کی توسیع پسندانہ پالیسی بھی عیاں ہو چکی تھی اور برصغیر پر قبضے کا خوف نہیں بلکہ جنگ یقینی ہو گئی تھی۔ یہ وہ صورتحال تھی کہ جس میں برٹش انٹیلی جنس (ایم آئی 6) اور

برٹش انڈیا کی نگرانی میں کام کرنے والا انٹیلی جنس بیورو متحرک تھا۔ جب جاپان دوسری جنگ عظیم میں مشغول تھا تو انٹیلی جنس بیورو سے کہا گیا تھا کہ وہ برٹش انڈیا کی شمال مشرقی سرحدوں پر اپنا وقت صرف کرے جبکہ ایم آئی 6، اپنی توانائیاں سرحد کے پار برما اور سنگاپور پر خرچ کرے۔

یہ وہ وقت تھا جب بھارت میں قومی تحریکوں نے بھی زور پکڑ لیا تھا۔ یہ تحریک مہاتما گاندھی کی تشدد سے پاک تحریک تھی۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ دیگر قوم پرست گروپ بھی تھے جو اس تحریک میں ہر قسم کے تشدد کے قائل تھے۔ اس صورتحال نے انگریزوں کو مضطرب کر دیا تھا اور انٹیلی جنس بیورو نے بھارتی قومی تحریک کے راہنماؤں پر اپنی تمام تر توجہ مرکوز کر دی تھی۔ برٹش انڈیا میں اس کی بنیادی ذمہ داری تمام سیاسی جماعتوں پر نگاہ رکھنا تھا۔ جب ''بھارت چھوڑ دو تحریک'' نے زور پکڑا تو سبھاش چندر بوس کی نگرانی میں قائم انڈین نیشنل آرمی (آئی این اے) نے اپنا الگ سے انٹیلی جنس سیل تشکیل دیا جس نے انگریز کو نکال باہر پھینکنے کے لئے جاپانیوں اور جرمنوں سے گٹھ جوڑ کر لیا۔ انٹیلی جنس بیورو نے متعدد شہروں میں ان کی سرگرمیوں کا توڑ کرنے کے لئے مختلف سیل تشکیل دیئے۔ یہ تمام سیل ڈپٹی ڈائریکٹر کے عہدے کے ایک افسر کے ماتحت تھے جس کا دفتر انٹیلی جنس بیورو میں تھا۔ جو بھارتی یہاں اپنے فرائض سرانجام دیتے وہ انگریز سرکار کے قابل اعتماد اور وفادار تھے۔

برٹش انڈیا کی سرحدوں کے پار سرگرمیوں کے لئے ایم آئی 6، کو پورا اختیار دے دیا گیا۔ اس دور میں ایم آئی 6، کو زیادہ تر لوگ ایک ایسی خفیہ ایجنسی کے طور پر جانتے تھے جو تاج برطانیہ کے لئے کام کر رہی تھی۔ انگریز، بعض وجوہات کی بناء پر اس خفیہ ایجنسی کی موجودگی سے انکار کرتے رہے اور وہ اپنے انکار پر اب تک قائم ہیں۔ انگریزی قانون کے تحت، سرکاری سیکرٹ ایکٹ اپنے ملازمین پر اس ایجنسی کا نام لینے پر بھی پابندی عائد کرتا ہے۔ برٹش انڈیا میں اس ایجنسی کی کارروائیوں کا ریکارڈ انتہائی

غیر واضح رہا ہے۔

معلومات کے معیار سے قطع نظر سیکرٹ سروس نے اس بات کو یقینی بنایا کہ اپنے پیچھے کسی قسم کی معلومات اور کوئی سراغ نہ چھوڑا جائے جس سے نئی تشکیل پانے والی بھارتی انٹیلی جنس سروس (آئی بی) کو کوئی فائدہ پہنچ سکے۔ بھارت میں ایک موثر داخلی انٹیلی جنس ایجنسی کی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی اور اس ایجنسی کے قیام کے لئے کام کا آغاز کر دیا گیا تھا۔ جبکہ فارن انٹیلی جنس اس آئی بی سیٹ اپ کے ایک ڈیسک کے طور پر کام کرتی رہی۔ دو سال کے بعد 1949ء کے اوائل میں پلائی نے چھوٹے پیمانے پر ایک فارن انٹیلی جنس سروس کا ڈھانچہ تعمیر کرنے پر غور کیا۔ اس نے خود ہی اس کام کا آغاز کر دیا اور وزارت خارجہ سے بات چیت کی کہ پاکستان، جرمنی اور فرانس میں بھارتی سفارت خانوں میں فرسٹ سیکرٹری کی ایک آسامی پیدا کی جائے۔ یہ بات چیت مکمل ہونے پر بھارت کے پہلے تین فارن انٹیلی جنس افسران آسامیوں پر تعینات کئے گئے۔ جرمنی اور فرانس کے لئے جو انٹیلی جنس افسر منتخب کئے گئے وہ باقاعدہ آئی بی کے شعبے سے متعلق نہ تھے۔ بلکہ ان کا انتخاب آئی بی سے ہٹ کر کیا گیا لیکن ان افسران کا مغربی ممالک میں کام کرنے کا تجربہ تھا۔

داخلی تنازعات:

ایک سال کے بعد، 1950ء کے اختتام پر ہوم سیکرٹری آر۔ این۔ بینرجی کے ساتھ پلائی کے شدید تنازعے کا آغاز ہوا۔ پلائی نے دریں اثناء امریکہ کا دورہ کیا اور وہاں امریکہ کی سنٹرل انٹیلی جنس ایجنسی، سی آئی اے کا قریب سے مشاہدہ کیا۔ پلائی نے امریکہ کے دورے سے واپسی پر جب اپنی رپورٹ جمع نہ کروائی تو آر این بینرجی نے وزیراعظم سے کہہ کر پلائی کو اس کے عہدے سے سبکدوش کروا دیا۔ اور پھر یہ عہدہ بی این ملک کے سپرد کیا گیا۔

بی این ملک کی تعیناتی:

بی این ملک کی آمد، دراصل پرانے نظام اور طریق کار کو تبدیل کرنے کا اعلان تھی۔ جس کے تحت بھارتی پولیس کے سینئر افسر کو آئی بی کا چیف مقرر کیا جاتا تھا۔ پہلے سال میں ملک نے پلائی کے ڈھانچے اور طریق کار کے مثبت نکات کا مطالعہ کیا اور پھر اس نے اس ڈھانچے کی ترتیب اوپر نیچے کرنے کی کوشش کی اور اس پرانے نظام پر نظرثانی کر کے سب سے پہلا قدم یہ اٹھایا کہ مسٹر پلائی کے دور کے تعینات پہلے دو افسروں کو واپس بھارت بلا لیا۔ انہیں مسٹر پلائی نے بیرون ملک تعینات کیا تھا۔ یہاں ملک اپنے پیش رو کے بارے میں تعصب کا شکار نظر آتا ہے۔ ویسے یہ ازل سے ہو رہا ہے کہ ہر نیا آنے والا یہ نہیں دیکھتا کہ اس کے ماتحتوں میں کون کس سطح کا کام کر رہا ہے بلکہ ذاتی پسند اور ناپسند دیکھی جاتی ہے اور اپنے پیش رو کے کام میں کیڑے نکالنا اور تنقید کرنا اپنے فرائض منصبی کا حصہ سمجھ لیا جاتا ہے۔ بھارتی انٹیلی جنس میں اس بری رسم کا آغاز مسٹر ملک نے کیا تھا اور یہ سلسلہ تا حال جاری ہے۔ ان دو افسروں کی واپسی کے بعد ملک نے نئی آسامیاں تخلیق کیں اور متعدد نئے لوگوں کو ہمسایہ ممالک میں بطور جاسوس تعینات کیا۔ اس دوران چین میں بھی تعیناتیاں کی گئیں اور تبت اور سکم کے حالات سے باخبر رہنے کے انتظامات کئے گئے۔

1952-53ء کے دوران پاکستان کے مزید علاقوں میں ''را'' کے افسر تعینات کئے گئے۔ ان میں کراچی، لاہور اور ڈھاکہ شامل ہیں جبکہ برما اور سیلون (اب سری لنکا) میں بھی آسامیوں کی تعداد بڑھائی گئی۔ اس دوران بیرونی ملکوں کے ڈیسکوں کی تعداد بڑھانے کی ضرورت محسوس کی گئی تا کہ مختلف سٹیشنوں سے آنے والی رپورٹوں سے نبٹا جا سکے۔

1956-68ء کا دور:

1958ء سے 1968ء کے دوران، تین سال کے عرصے میں انٹیلی جنس بیورو میں دو نئے ڈائریکٹرز کی تعیناتی ہوئی۔ ان میں سے ایک ایس پی ورما اور دوسرے ایم

اہم رہا تھے۔ ''را'' کے دیگر ملکوں میں قائم دفاتر کی تعداد میں اس دوران اضافہ کیا گیا اور انٹیلی جنس کا دائرہ پاکستان، برما اور افغانستان سے بڑھا کر مڈل ایسٹ تک وسیع کر دیا گیا۔

فارن انٹیلی جنس ایجنسی کا قیام:

بھارتی انٹیلی جنس فارن ڈیسک میں توسیع کے ساتھ ساتھ مختلف وزارتوں میں عام طور پر اور وزارت دفاع میں خاص طور پر یہ محسوس کیا جانے لگا کہ یہ ڈیسک بھارت کو مطلوب دفاع کے لحاظ سے ایک ناکام ڈیسک ہے اور خاص طور پر یہ پاکستان کے عزائم سے بالکل بے خبر ہے۔ یہ تاثر بھی عام تھا کہ اس شعبے میں جاسوسی کے لئے منتخب کئے جانے والے افسران کا نہ تو جاسوسی کا کوئی خاص تجربہ ہے اور نہ ہی انہیں مطلوبہ تربیت دی جا رہی ہے جو کہ اس قسم کے کام کے لئے انتہائی ضروری ہوتی ہے۔ 1968ء میں بھارت نے یہ بات شدت سے محسوس کی کہ اسے ایک علیحدہ فارن سیکرٹ ایجنسی کی اشد ضرورت ہے۔ بھارت کو دراصل اپنے قیام کے ساتھ ہی جب 1947ء میں پاکستان کے ساتھ تنازعات میں الجھنا پڑا تو اسے اس دور میں یہ محسوس ہونا شروع ہو گیا تھا کہ اس ادارے کے پاس اندرونی اور بیرونی کسی قسم کی کوئی انٹیلی جنس نہیں ہے۔ بعد ازاں 1962ء میں بھارت کا چین کے ساتھ تنازعہ شروع ہوا۔ پھر 65ء میں بھارت کو پاکستان کے ساتھ جنگ میں الجھنا پڑا۔ اس دوران چین کی طرف سے سرحد عبور کرنے کی بازگشت بھی سنائی دی۔ تاہم چین نے ایسا نہ کیا۔ پاکستان کے ساتھ 1965ء کی جنگ کے دوران بھارت نے جس عالمی ردعمل کا سامنا کیا تھا اس پر بھارت مضطرب تھا۔ اس صورتحال میں بھارتی منصوبہ سازوں نے باقاعدہ الگ سے فارن انٹیلی جنس سروس کے قیام پر سنجیدگی سے غور کرنا شروع کر دیا تھا۔

ایک علیحدہ فارن سیکرٹ سروس کے قیام کی تجویز کے ساتھ ہی وزارت داخلہ کے ممبران اور فوج کے مابین ایک دوسرے پر الزام تراشیوں اور مخالف فریق کو مورد الزام

www.pakistanipoint.com

انے کے سلسلے کا آغاز ہو گیا۔ بھارتی فوج یہ چاہتی تھی کہ اس طرح کی فارن سیکرٹ
ں فوج کی نگرانی میں کام کرے۔ دونوں فریقوں کی طرف سے ایک دوسرے پر جو
م تراشیاں کی جارہی تھیں ان کا جائزہ لینے کے لئے سیکرٹری دفاع پی وی راؤ اور ہوم
ری ایل پی سنگھ پر مشتمل دو رکنی کمیشن تشکیل دیا گیا۔

آئی بی میں پاکستان ڈیسک پر کام کرنے والے افسر کے سنکیر ان نائر کے ذمے
م لگایا گیا کہ وہ مختلف اوقات میں پاکستان کے بارے میں آنے والی ساٹھ
ٹوں کو ایک جامع رپورٹ میں تبدیل کرے۔ تنازعہ کو حل کرنے والے دو رکنی
ن نے آئی بی کو حکم دیا کہ وہ وزارت دفاع اور مسلح افواج کی طرف سے آئی - بی
ئد کئے جانے والے الزامات کا سامنا کرے۔ پاکستان ڈیسک کے انچارج مسٹر
نے کمیشن کو بتایا کہ آئی بی کے افسران کیلنگ روڈ کے دفتر (سینٹرل سیکرٹریٹ کے
ب دوسری عالمی جنگ کی بیرک) میں دوپہر دو بجے تک بیٹھے موصول ہونے والی
ٹوں کا جائزہ لے رہے تھے کہ ایک پیدائشی احمق ایک رپورٹ کو دیکھنے میں ناکام
س سے اس تنازعہ کا آغاز ہوا۔ راؤ اور سنگھ پر مشتمل کمیشن کے فیصلے میں بھی نائیر
اس رپورٹ کی جھلک نظر آئی۔ کمیشن نے اپنی رپورٹ پیش کرتے ہوئے کہا
امات غلط تھے، معلومات موجود تھیں لیکن مناسب طریقے سے ان کی تشریح نہ کی جا
۔ ان معلومات کی مناسب تشریح سے یہ معمہ حل ہو گیا ہے۔ آئی بی اور اس کے
ی ڈیسک نے کم و بیش اچھی کارکردگی دکھائی ہے۔''

1966ء کے اواخر کی بات ہے کہ ایک علیحدہ فارن سیکرٹ سروس کا خیال باقاعدہ
میں ڈھلنے لگا۔ ابتدائی خیال یہ تھا کہ فارن سیکرٹ سروس وزارت دفاع کے
تظام بنائی جائے گی جس کو فوج کنٹرول کرے گی۔ اس ایجنسی کو بنانے کا خیال اس
کا نتیجہ تھا جس کے تحت یہ کہا جا رہا تھا کہ پاکستان کے بارے میں مناسب
مات مہیا نہیں ہوتیں۔ اس خیال پر آگے چل کر بریگیڈیئر ایم این بترا نے ایک

www.pakistanipoint.com

مسودہ تیار کیا۔ اس مسودے کو وزارت دفاع اور آرمی چیف جنرل چودھری کی حمایت حاصل تھی۔ وزیر دفاع وائے بی چوان نے اس مسودے کا جائزہ لیا۔ اس میں یہ تجویز دی گئی تھی کہ وزارت دفاع کے تحت ایک فارن سیکرٹ سروس تشکیل دی جائے۔ مسودے کا بنیادی خیال تسلیم کرلیا گیا لیکن اس ادارے کو وزارت دفاع کے تحت دینے کا مشورہ نہ مانا گیا۔ جس پر وزارت دفاع اور وزارت داخلہ میں ایک طویل نوک جھونک چلی کیونکہ دونوں وزارتیں خود کو انٹیلی جنس کے نظام پر اتھارٹی سمجھتی تھیں۔

بعد میں بالآخر یہ فیصلہ کیا گیا کہ براہ راست وزیراعظم کے ماتحت ایک فارن سیکرٹ ایجنسی قائم کی جائے۔ اس خیال کی بانی وزیراعظم مسز اندرا گاندھی اور وزیراعظم کے پرائیویٹ سیکرٹری پی این ہسکر تھے۔ دونوں کا یہ خیال تھا کہ بھارت کی خارجہ پالیسی کے تناظر میں وسیع مقاصد کے حصول کے لئے ایک فارن سیکرٹ سروس کی ضرورت ہے۔ مسز اندرا گاندھی کا خیال تھا کہ بھارتی دفاع اتنا مضبوط ہونا چاہئے کہ یہ نہ صرف خود کو بیرونی حملہ آوروں خاص طور پر چین سے بچا سکے بلکہ غیر کمیونسٹ ممالک اور تیسری دنیا کے ممالک کی بھی مدد کر سکے۔ اس خیال کے تحت بھارت کی فارن سیکرٹ سروس وجود میں آئی۔

1968ء میں ''را'' کے وجود میں آنے کے ساتھ ہی کچھ تنازعات کھڑے ہو گئے۔ عوام نے اس ایجنسی سے یہ تاثر لیا کہ نئی سیکرٹ ایجنسی اصل میں مسز اندرا گاندھی کی ''خفیہ پولیس'' ہے۔ اس ایجنسی کی تصویر مسخ کرنے میں اس کو پردہ راز میں رکھنے کی کوششوں کا ہاتھ ہے۔ اکثر ترقی پذیر بلکہ کچھ ترقی یافتہ ممالک کی طرح بھارت بھی اس سیکرٹ سروس کو فارس سیکرٹ سروس کہنے میں ہچکچاہٹ کا مظاہرہ کر رہا تھا جس سے رائے عامہ خلاف ہو جاتی تھی۔

نئے نام کی تلاش:

بھارتی فارن سیکرٹ سروس کے نئے نام کی تلاش میں متعدد ناموں پر غور و خوض

شروع ہوا۔ کیبنٹ سیکرٹری ڈی ایس جوشی نے ان ناموں کی ایک فہرست تیار کی اور اس فہرست میں سے ایک نام منتخب کیا گیا۔ یہ نام تھا ریسرچ اینڈ انیلسز ونگ (Research and Analysis Wing) اس طرح بھارت کی پہلی سیکرٹ سروس ''را'' وجود میں آئی۔ پہلے اس کا مخفف R.& A.W تھا جبکہ فوج کے پریس ڈیپارٹمنٹ نے اسے (RAW) ''را'' کے نام سے پکارنا شروع کیا۔ چنانچہ یہی نام زبان زد عام ہوگیا۔

''را'' کی آمد:

''را'' نے کچھ عرصہ تک خود کو چھپائے رکھا لیکن 1969ء میں جب کانگریس میں پھوٹ پڑی تو سابق حکومت میں شامل کچھ افراد نے اپنی سیاست چمکانے کے لئے پہلی مرتبہ عوام میں ''را'' کی موجودگی فاش کی۔ بھارت کے ایک ہفت روزہ، السٹریٹڈ ویکلی نے اپنے جولائی کے شمارے میں ایک مضمون میں حوالے کے طور پر ''را'' کا نام لیا۔ اس سے بھارتی ذرائع ابلاغ کو ''را'' کے وجود کا پتہ چلا۔ پھر تو جیسے ایک بھیڑ چال کا آغاز ہو گیا، ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کے چکر میں ذرائع ابلاغ نے ''را'' پر دھڑا دھڑ کہانیاں شائع کیں۔ انہی دنوں کاؤ کا نام ''را'' کے چیف کے طور پر سنا گیا۔

کاؤ اور سینکرائن کی ''را'' کے قیام کی کوششیں:

''را'' کے سربراہ کے لئے کسی تجربہ کار، جہاندیدہ اور ماہر شخصیت کا انتخاب ایک مشکل اور پیچیدہ مرحلہ تھا۔ اس ضمن میں بہت سے نام سامنے آئے لیکن اس عہدے کے لئے جس تجربے ذہانت اور دانش کی ضرورت تھی کوئی بھی اس کڑے معیار پر پورا نہ اترتا تھا۔ پھر انتخاب کرنے والوں کی نگاہیں مسٹر کاؤ پر آ کر رک گئیں۔ فی الحال حکومت کے پاس اس سے بہتر شخص موجود نہ تھا۔ رمیش ورناتھ کاؤ ..... 60ء کی دہائی کے وسط میں نہرو کے زمانے میں آئی بی کے ساتھ کام کے دوران منظر عام پر آیا تھا۔ اس کا جاسوسی کی دنیا میں ایک وسیع تجربہ تھا۔ گھانا نے جب یکم جولائی 1960ء کو آزادی

حاصل کی تو اس کے صدر 'کوائے' جو کہ بھارتی وزیراعظم کے ذاتی دوست تھے نے بھارتی وزیراعظم سے درخواست کی کہ گھانا کی فارن انٹیلی جنس آرگنائزیشن کے لئے بھارت اس کی مدد کرے۔ نہرو نے اس کی درخواست کو منظور کر لیا اور بھارت سے دو سینئر افراد گھانا روانہ کئے گئے ان میں سے ایک آر این کاؤ اور دوسرے کے سینڈرائن نائیر تھے۔ بعد ازاں انہی دو افراد نے ''را'' تشکیل میں حصہ لیا۔ گھانا کی سیکرٹ سروس کی تعمیر کے لئے کاؤ نے ایک ٹھوس بنیاد فراہم کی جس پر نائیر نے ایک مضبوط ایجنسی کی بنیاد رکھی۔ نائیر نے کاؤ کی بنیاد پر عملی اقدامات کرتے ہوئے کاؤ کے تخیل میں حقیقت کا رنگ بھر دیا۔ اس تجربے سے دونوں نے بہت کچھ سیکھا اور آئندہ اسی طرز کا کام کرنے کے لئے ایک زبردست عملی تجربہ فراہم کیا۔ ٹھیک آٹھ سال بعد دونوں کو ''را'' کے کیبنٹ سیکرٹریٹ میں لا کھڑا کیا گیا۔

یہ 21 ستمبر 1968ء کی ایک سہ پہر تھی جب دونوں کو کسی اعلان یا شور شرابے کے بغیر دو سو پچاس ملازمین کے ساتھ خاموشی سے انٹیلی جنس بیورو کے سائے سے نکال کر ایک آزاد ایجنسی چلانے کا اختیار دے دیا گیا۔ ''را'' کا سب سے پہلا مسئلہ جگہ کا تھا۔ سوال یہ تھا کہ اس کا مرکزی دفتر کہاں قائم کیا جائے۔

نئی دہلی ..... بھارت کا دارالحکومت ..... انواع و اقسام کے دفتروں سے بھرا ہوا ایک شہر تھا۔ اس کے مرکزی سیکرٹریٹ میں ''را'' نے اپنے کام کا آغاز کر دیا اور کاؤ نے اس کے مختلف شعبے مکمل کرنے کے انتظامات سنبھال لئے۔ سب سے پہلے جو دو بڑے ڈیسک بنائے گئے وہ پاکستان اور چین کی جاسوسی کے لئے تھے۔ ''را'' کی تشکیل کے مقاصد کو مدنظر رکھتے ہوئے ہی ان دو ممالک کا انتخاب کیا گیا تھا۔ راؤ اور سنگھ پر یہ بات بڑی واضح تھی کہ 1965ء میں معلومات جمع کرنے، ان پر تحقیق کرنے اور ان سے نتیجے نکالنے کے نظام میں جو خلاء تھا۔ ''را'' کا بنیادی کام اس کو پر کرنا ہے۔ مسٹر نائیر جسے انٹیلی جنس بیورو میں پاکستان سے معلومات اکٹھی کرنے اور تحقیق کر کے نتائج

نکالنے کا ایک وسیع تجربہ تھا اس نے ''را'' کے ابتدائی دنوں میں معلومات کے نظام میں موجود رخنوں کو پر کرنے اور سراغرسانی کے نیٹ ورک کو مضبوط بنانے میں بہت کام کیا۔ انٹیلی جنس بیورو میں بھرتیوں کا مروجہ طریق کار تبدیل کر دیا گیا۔ مختلف خدمات سرانجام دینے والے ماہرین اور مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے تجربہ کار افراد کو بھرتی کیا گیا۔ بعد ازاں آنے والے سالوں میں آؤٹ سائیڈرز میں اس بات پر غم و غصہ بھی پایا جاتا رہا۔

''را'' کو اپنے ابتدائی دور میں دو مختلف اداروں سے مقابلہ کرنا پڑا۔ ان میں سے ایک ملٹری انٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ تھا جس کے سربراہ ایم این بترا تھے۔ اور دوسرا ادارہ انڈین فارن سروس تھا۔ کانگریس 1968ء میں انتشار کا شکار ہوئی تو حکومتی ڈھانچے کو دوبارہ استوار کیا گیا اور ''را'' کو ہمیشہ کے لئے کیبنٹ سیکرٹریٹ میں وزیراعظم کے اختیار میں دے دیا گیا۔ ''را'' نے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ روز افزوں ترقی کی۔ اس نے 1969ء میں دو سو پچاس ملازمین اور دو کروڑ کے بجٹ سے آغاز کیا تھا۔ اب اس کا بجٹ کئی گنا بڑھ چکا ہے (یہ ایک اندازہ ہے اور اگر اس بارے درست اعداد و شمار دستیاب بھی ہوتے تو قومی مفاد میں ان کو شائع نہ کیا جاتا) ''را'' کی افرادی قوت سات ہزار سے زائد تک پہنچ چکی ہے۔ ''را'' کے ڈائریکٹر کو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مزید اختیارات سے بھی نوازا گیا۔ اور اس کے مالیاتی اور تنظیمی اختیارات بھی بڑھائے گئے۔ اب ''را'' کا ڈائریکٹر صرف وزیراعظم کو رپورٹ کرنے کا پابند ہے۔ اس نئے حکم نامے کے تحت بیوروکریسی کا سرخ فیتہ کاٹ دیا گیا۔ اور فیصلے تیزی سے ہونے لگے۔ ''را'' کو محض ایک انٹیلی جنس ادارے سے نکال کر اس سے ایک عملی ہتھیار کا کام لینے کی سوچ نے ''را'' کے آئندہ کردار کا رخ متعین کیا۔

''را''.....ایک عملی ہتھیار:

سپیشل برانچ سے ایک آپریشنل آرم (Operational arm) کا کام لینے کا

نظریہ بھارتی انٹیلی جنس ایجنسی کا کوئی نیا نظریہ نہیں ہے۔ بلکہ اس طرح کے شعبے روس کی کے جی بی، امریکہ کی سی آئی اے، برطانیہ کی ایس آئی ایس میں ایک لازمی جزو کے طور پر موجود ہیں۔ یہ آپریشنل ونگ ایک بڑے سراغرسانی کے نظریئے کی تشکیل کرتے ہیں اور یہ وقت کے ساتھ ساتھ پیش آنے والے حالات اور ضروریات کے مطابق کام کرتے ہیں۔ ''را'' کی طرح دنیا کی متعدد سیکرٹ ایجنسیاں جاسوسی کے روایتی طریقوں اور آپریشنز پر یقین رکھتی ہیں۔ کہیں کہیں کبھی کبھار ایسی صورتحال بھی پیش آجاتی ہے کہ خفیہ ایجنسیوں کو ایسے آپریشن کرنا پڑ جاتے ہیں۔ جو روایتی نہیں ہوتے۔ اس کی مثال سی آئی اے کا امریکی یرغمالیوں کو رہا کرانے کے لئے کیا جانے والا آپریشن ہے جسے ایک ذلت آمیز ناکامی سے دوچار ہونا پڑا۔ حالانکہ اس آپریشن کی نوعیت اس طرح کی تھی کہ اسے خفیہ رکھا جانا ضروری تھا۔ کچھ آپریشن نسبتاً سستے آپریشن ہوتے ہیں۔ وہاں متعلقہ حکومتوں سے رابطہ کر کے کارروائی کی جاتی ہے۔ جن ملکوں سے نارمل سفارتی تعلقات قائم نہ ہوں تو وہاں دیگر ملکوں کی سیکورٹی ایجنسیوں کے ذریعے کارروائی کی جاتی ہے۔ اسی طرح کا ایک آپریشن مرارجی ڈیسائی اور موشے دایان کی خفیہ ملاقات تھی جو ''را'' نے نئی دہلی میں کروائی۔

''را'' کے مقاصد:

اگر وسیع تناظر میں دیکھا جائے تو ریسرچ اینڈ انیلسیز ونگ کے قیام کے درج ذیل مقاصد تھے۔

بھارت کی سرحدوں سے ملحقہ تمام ممالک میں ہونے والی فوجی اور سیاسی صورتحال کا اس طرح جائزہ لینا کہ اس کے بھارتی قومی سلامتی پر کیا اثرات پڑیں گے؟ اور اس کی روشنی میں بھارت کی خارجہ پالیسی کیا ہونی چاہئے۔

☆ ''را'' چین اور روس کے کمیونزم اور عالمی سطح پر کمیونزم نظام میں ہونے والی تبدیلیوں اور ترقی پر نگاہ رکھے گا۔ کیونکہ یہ دونوں ممالک بھارت کے کمیونزم میں براہ

راست رسائی رکھتے ہیں۔

☆ ''را'' کی اولین ترجیح میں شامل تھا کہ پاکستان کو یورپی ممالک، امریکہ اور چین کی طرف سے ہتھیاروں کی سپلائی پر نگاہ رکھی جائے۔

☆ اور آخری یہ کہ بھارت کی بہت بڑی آبادی کی دوسری ملکوں میں موجودگی نے ''را'' کی توجہ اپنی طرف مبذول کی اور بہت سے ممالک میں ''را'' نے بھارتی لابی کو مضبوط کیا۔ جنہوں نے بعد ازاں اخلاقی طور پر بھارت کو مضبوط کیا۔

بہت زیادہ پیچیدہ اور تکنیکی نوعیت کی معلومات کو مختلف ذرائع سے اکٹھا کر کے ان کا تجزیہ کرنے کے لئے مختلف شعبوں سے متعلقہ وسیع تجربہ رکھنے والے ماہرین کی ضرورت تھی۔ اس کے لئے ''را'' میں جانچ پرکھ کے بعد افراد کا تقرر کیا گیا۔ جوں جوں ''را'' کا دائرہ کار پھیلتا گیا۔ یہ بات شدت سے محسوس کی جانے لگی کہ اس میں باقاعدہ سٹاف کو مضبوط کیا جائے۔ ابتدائی طور پر ''را'' کے لئے دیگر محکموں سے سٹاف لیا گیا۔ سٹاف کی تنخواہوں اور مراعات میں اضافے کا ایک نظام وضع کیا گیا..... اور یہ فیصلہ کیا گیا کہ ''را'' میں افسران کو مستقل بنیادوں پر تعینات کیا جائے لیکن اس سے پہلے کہ یہ تجویز منظور ہوتی۔ جنتا پارٹی نے اقتدار سنبھال لیا اور یہ تجویز سرد خانے میں ڈال دی گئی۔ اس طرح ایگزیکٹو کی سطح کے افراد کو ''را'' میں مستقل نہ کیا گیا بلکہ وہ عارضی طور پر ہی کام کرتے رہے۔ اور ان کا عہدہ او ایس ڈی (آفیسر آن سپیشل ڈیوٹی) ہی رہا۔ حیرت اس بات پر ہے کہ ''را'' کے چیف نے ''را'' کی تشکیل کے وقت یہ تجویز پیش کیوں نہ کی کہ عملے کا تقرر مستقل بنیادوں پر کیا جائے۔

www.pakistanipoint.com

باب 3:

جاسوسی کی حکمت عملی

ایک عام تاثر یہ ہے کہ انٹیلی جنس اکٹھا کرنا جاسوسی کی طرز کا کام ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ ضروری نہیں ہے کہ انٹیلی جنس جاسوسی کے طریقے سے ہی اکٹھی کی جائیں۔ تاہم انٹیلی جنس سے متعلقہ شخص کو جاسوسی کے طور طریقوں سے آگاہی ہونی چاہئے۔ گئے زمانوں کی بات ہے کہ ایک وقت یہ بھی تھا کہ انٹیلی جنس بیورو اپنے افسروں کو تربیت کے دوران جاسوسی کے سکول میں جاسوسی کے وسیع طریقوں کی تربیت دیتا تھا۔ بعد ازاں روسی تجربے نے ثابت کیا کہ سکول میں اس نوع کی تربیت فراہم کرنا فائدے کی بجائے نقصان دہ ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ یہ طے کیا گیا کہ مختلف نوع کا کام کرنے والے افسران کو ان کے مختلف شعبوں کی مناسبت سے مختلف تربیت دی جائے۔

تنظیم:

''را'' کو اس طور منظم کیا گیا کہ یہ ملک کی خصوصی ضروریات کو پورا کر سکے۔ اس کے قیام کا بڑا مقصد معلومات کا حصول اور تجزیہ تھا جس سے ملک کو درپیش خطرات سے بچا جا سکے۔ ''را'' کا عملی میدان ملک سے باہر تھا۔ چنانچہ ''را'' نے داخلی محاذ پر کوئی کردار ادا نہ کیا۔ اپنے مقاصد کے حصول کے لئے اس کا ڈھانچہ کچھ اس طرح سے تھا

کہ ایک انٹیلی جنس کمیٹی اور ایک ڈائریکٹر فار نیشنل انٹیلی جنس تعینات کیا گیا تھا جو کہ بھارت سرکار کا سیکرٹری بھی تھا اور یہ دونوں وزیراعظم کی نگرانی میں کام کرتے تھے۔ بھارت سرکار کا ایک ایڈیشنل سیکرٹری ''را'' کے ڈائریکٹر کے ماتحت تھا۔ اس کی ذمہ داری تھی کہ وہ سپیشل آپریشنز کے دفتر کی نگرانی کرے جہاں دیگر ملکوں سے معلومات اکٹھی کی جاتی تھیں، اس کے علاوہ ایک الیکٹرانک ٹیکنیکل سیکشن اور ایک جنرل ایڈمنسٹریشن سیکشن تھا۔ ''را'' کے ڈائریکٹر کے ماتحت ایڈیشنل سیکرٹری اور ڈائریکٹر جنرل سکیورٹی کام کرتے تھے۔ ڈائریکٹر جنرل سکیورٹی کے ماتحت دو اہم شعبے تھے۔ اول تحقیقی مرکز برائے ہوا بازی (ایوی ایشن ریسرچ سنٹر) اور دوئم سپیشل سروس بیورو (ایس ایس بی) ایڈیشنل ڈائریکٹر ''را'' کے ماتحت پانچ جائنٹ ڈائریکٹرز تھے۔ جن میں سے چار ڈائریکٹران چار علاقوں کے ذمے دار تھے جو دنیا بھر میں پھیلے ہوئے تھے۔ جائنٹ ڈائریکٹر الیکٹرانکس سیکشن کو کنٹرول کرتا تھا۔ جوابی جاسوسی کا کام جو کہ ''را'' کی بنیادی ذمہ داری ہونا چاہئے تھا بدستور انٹیلی جنس بیورو کے تحت چلتا رہا۔

ایریا جائنٹ ڈائریکٹرز کے مخصوص ڈیسک تھے۔ ہر ڈیسک ایک ملک کی جاسوسی کے لئے مخصوص تھا۔ ان میں پہلا ڈیسک پاکستان تھا۔ دوسرا چین اور جنوب مشرقی ایشیاء، تیسرا مڈل ایسٹ اور افریقہ اور چوتھا ڈیسک دیگر ملکوں کی جاسوسی کے لئے مخصوص تھا۔ ہر ڈیسک پر مختلف ڈیسک افسر تعینات تھے۔ جو کہ متعلقہ ملک، ہیڈکوارٹر، بیرون ملک ''را'' کے سٹیشن اور سٹیشن چیف سے رابطے کے ذمے دار تھے، سٹیشن چیف کا زیادہ تر رابطہ ڈیسک آفیسرز سے ہوتا۔ سٹیشن چیف، کیس آفیسرز اور دیگر عملے کی نگرانی کرتا اور متعلقہ ملک میں موجود بھارتی سفارت خانے میں کسی محفوظ عہدے کے پیچھے اپنا کام رازداری سے کرتا رہتا۔ ڈیسک آفیسر اپنے ذمے لگائے جانے والے منصوبے کے پائیہ تکمیل تک پہنچنے تک اس کا ریکارڈ رکھنے کا بھی ذمہ دار ہوتا۔ کیس آفیسر، ڈیسک آفیسر کو متعلقہ مشن بارے تمام معلومات فراہم کرتا۔ عام طور پر ایک پراجیکٹ کے لئے ایک

کیس آفسر ہوتا تھا۔ تاہم ایسے مواقع بھی آئے کہ ایک کیس آفیسر نے بیک وقت متعدد پراجیکٹس اور آپریشنز پر کام کیا۔

کیس افسر پرنسپل ایجنٹ سے رابطہ رکھتا ہے جو کہ ایجنٹ اور کیس افسر کے درمیان رابطہ سازی کے فرائض سرانجام دیتا ہے۔ اور یہ عام طور پر اسی شہریت کا حامل ہوتا ہے جو ایجنٹ کی ہوتی ہے۔ اس سارے چکر میں سب سے اہم کردار ایجنٹ کا ہوتا ہے جو گلی کوچوں میں پھر کر اور دفتروں، بازاروں سے معلومات حاصل کرتا ہے۔ یہ ایجنٹ عام طور پر اسی ملک کا شہری ہوتا ہے جس ملک میں ''را'' آپریشن کر رہی ہوتی ہے۔ مثلاً اگر ''را'' آپریشن پاکستان میں کر رہی ہے تو ایجنٹ بھی پاکستانی ہوگا۔ یہ ایجنٹ ہی ہوتا ہے جو جاسوسی کا اصل کام کرتا ہے۔ اور تمام آپریشن کو مکمل کرنے کے لئے بنیادی اور اہم نوعیت کی معلومات مہیا کرتا ہے۔ یہ کسی بھی علاقے یا شہر میں آپریشن کے دوران اپنے ہاتھ صاف رکھتا ہے اور اپنا وقار عام طور پر مجروح نہیں ہونے دیتا۔

عام لوگوں میں سراغرسانی اور معلومات اکٹھی کرنے کے بارے میں کنفیوژن پائی جاتی ہے۔ لوگ دونوں کاموں کو آپس میں گڈمڈ کر کے دیکھتے ہیں اور اسے ایک ہی کام سمجھتے ہیں۔ معلومات اکٹھی کرنا بنیادی طور پر ایک تحقیق پر مبنی کام ہے۔ معلومات اکٹھی کرنے والا ادارہ فوج بھی ہوسکتا ہے یا حکومت، تجارت اور صنعت سے وابستہ افراد اور ادارے بھی یہ کام کر سکتے ہیں۔

مائیلز کاپ لینڈ کے الفاظ میں، ''کسی ریاست میں حکومت کے لئے معلومات جمع کرنے والا شخص، خواہ وہ کسی بھی نوعیت کی معلومات اکٹھی کر رہا ہو، تعریف کے لحاظ سے انٹیلی جنس افسر کہلائے گا۔ اس میں سفارت کار، ملٹری اتاشی، شہری ہوابازی، کاروبار اور زراعت سے متعلق معلومات اکٹھی کرنے والے تمام افراد شامل ہیں۔ جاسوسی ایک مختلف کھیل ہے۔ یہ ان معلومات کو ہر جائز ناجائز طریقے سے حاصل کرنے کا نام ہے جو ملکی مفاد میں ضروری ہوں اور جن کی بنیاد پر حکومتوں کو بڑے بڑے آپریشنز کرنا پڑتے

ہیں۔ ایک فارن سیکرٹ سروس کو اپنے مطلوبہ مقاصد کے حصول کے لئے متعدد کام کرنا پڑتے ہیں۔ فارن سیکرٹ سروس عام دستیاب معلومات کے حصول سے لے کر پیچیدہ اور خفیہ معلومات کے حصول تک سب کچھ کر گزرتی ہے تاکہ آپریشن بخیر و خوبی انجام دیا جا سکے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے یقیناً ایک ''جاسوس سکول'' کی تربیت کی ضرورت پیش آتی ہے۔

جاسوس سکول:

پہلا جاسوس سکول 'گودادیا' ہاسٹل میں قائم کیا گیا۔ یہ ہوسٹل نئی دہلی میں ایک پہاڑ آنند پربت کی چوٹی پر واقع تھا۔ ہاسٹل کو جاسوسی کے سکول میں تبدیل کرنے کے لئے کوئی خاص تبدیلی نہ کرنا پڑی۔ اس عمارت کا انتخاب آئی - بی سٹاف کی تربیت کے لئے کیا گیا تھا جنہیں انگریز انٹیلی جنس افسروں نے تربیت دی تھی۔ ''را'' کے قیام کے ساتھ ہی نئے ریکروٹوں کو تربیت دینے کے لئے اس سکول کو استعمال کیا جانے لگا تھا۔

وسنت وہار ہاؤس:

جوں جوں ''را'' میں وسعت ہوئی اسی طرح اس کی ضروریات بھی بڑھتی گئیں۔ چنانچہ دلی کے جنوبی علاقے میں ایک سینما کے عقب میں ایک عمارت حاصل کی گئی۔ کچھ عرصہ ''را'' کے دفاتر یہاں منتقل ہو گئے۔ لیکن ''را'' کو اپنے وسیع کاروبار کے پیش نظر شاید زیادہ بڑے دفاتر اور کھلی اراضی کی ضرورت تھی۔ چنانچہ 1970ء میں ایک وسیع گھر کا انتخاب کیا گیا۔ یہ گھر بھی ایک رہائشی علاقے میں ڈھونڈا گیا۔ یہ علاقہ وسنت وہار تھا اور یہ گھر بھارت کے ایک سابق ایئر چیف کی رہائش گاہ تھی۔ جسے کرائے پر لیا گیا۔ اسی دوران یہ منصوبہ بنایا گیا کہ ''را'' کے لئے ایک الگ سے عمارت تعمیر کی جائے۔ چنانچہ گیارہ منزلہ عمارت کا ایک ڈیزائن تیار کیا گیا۔ خیال یہ تھا کہ ''را'' کی ساری اسٹیبلشمنٹ ایک ہی چھت تلے آ جائے۔ یہ خیال اس لحاظ سے تو بہتر تھا کہ سارے دفاتر ایک ہی جگہ یکجا ہو جائیں گے لیکن سیکورٹی کے نکتہ نظر سے یہ چیز نقصان دہ تھی۔ کسی ایک

جگہ یکجا کرنے سے قبل ''را'' کے دفاتر پورے شہر میں ادھر ادھر بکھرے پڑے تھے۔ وجے چوک میں واقع سنٹرل سیکرٹریٹ کے مغربی بلاک میں واقع دفاتر میں ''را'' کے چیف کا دفتر تھا۔ اور اس کے ساتھ اس کا مختصر سا سٹاف بیٹھتا تھا۔ کچھ عملہ ایف آئی سی سی آئی کی عمارت میں بیٹھتا تھا جس میں اب نیچرل ہسٹری میوزیم واقع ہے۔ یہ تمام کرائے کی عمارتیں تھیں۔

''را'' کے لئے نئے کمپلیکس کا منصوبہ تیار کیا گیا اور اسے منظور کر لیا گیا۔ جبکہ اس پر تعمیر کا آغاز 1976ء میں کیا گیا۔ اور اس منصوبے کو خفیہ رکھنے کے لئے کمپلیس کی تعمیر کا ٹھیکہ ملٹری انجینئرنگ سروس کو دیا گیا۔ کانگریس کی حکومت کے زوال کے ساتھ ہی کمپلیکس کی تعمیر کا منصوبہ ایک مرتبہ پھر سرد خانے میں ڈال دیا گیا۔ جنتا پارٹی نے جب ''را'' پر اندرونی معاملات میں مداخلت کا الزام عائد کیا تو اس سے ''را'' کے دفاتر کا ایک چھت تلے جمع ہونے کا خواب ایک بار پھر ادھورا رہ گیا۔

ٹریننگ سکول:

جاسوسی کے ٹریننگ سکول میں پانچ کل وقتی انسٹرکٹرز کا تقرر کیا گیا۔ اس میں ڈائریکٹر ٹریننگ بھی شامل تھے۔ یہ 1970ء کی بات ہے جب فارن انٹیلی جنس سے متعلقہ تمام افسران اور ملازمین کی تربیت کا اختیار اس سکول کو دے دیا گیا جسے ''ہاؤس'' کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ سکیورٹی کے ڈائریکٹر جنرل کے تحت کام کرنے والی تمام ایجنسیوں کو بھی اسی سکول سے ٹریننگ لینے کا پابند بنایا گیا۔ ''را'' کے مختلف سمتوں میں پھیلے ہوئے کام کی نوعیت کے لحاظ سے اگر سٹاف کے کسی رکن کی ٹیکنیکل ٹریننگ کی ضرورت محسوس کی جاتی تو اس کی ٹریننگ کے لئے علیحدہ سے انسٹرکٹر مقرر کیا جاتا۔ لیکن ٹریننگ ایک ہی چھت تلے ہونے لگی۔ ''را'' کے انسٹرکٹروں نے آغاز میں جن مسائل کا سامنا کیا ان میں بہت سے نئے لوگوں کی انٹیلی جنس میں شمولیت تھی۔ چنانچہ 1968ء کے دور میں جو افسران ''را'' میں تعینات کئے گئے، یہ مختلف سروسز سے تعلق رکھتے تھے۔

متعدد لوگ پولیس سے، مسلح افواج سے اور آئی بی سے آئے اور راہ میں ضم ہوتے چلے گئے۔ چونکہ یہ لوگ مختلف شعبوں سے آئے تھے چنانچہ ان کے لئے سراغرسانی اور جاسوسی کے طریقے ایک مختلف ڈسپلن میں رہ کر سیکھنا ایک مشکل کام تھا۔ ان افسران کو کے جی بی، سی آئی اے اور برطانوی سراغرسانوں کی مثالوں سے پڑھایا جاتا۔

ٹریننگ سکول میں نئے آنے والے ریکروٹوں کو سب سے پہلے انٹیلی جنس اور سراغرسانی کی دنیا سے متعارف کروایا جاتا۔ اور ان کے ذہن سے جاسوسی ناولوں اور کہانیوں میں موجود جاسوس کا تصور ختم کیا جاتا۔ کیونکہ ان کہانیوں کے جاسوس اور انٹیلی جنس اکٹھی کرنے اور سراغرسانی کرنے والے شخص کے طریق کار میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ اس عمل میں ہفتے سے دس دن تک صرف ہوتے۔ سراغرسانی کی تعلیم کے آغاز میں جو مثالیں دی جاتی تھیں۔ ان میں سے ایک مثال اکثر یہ دی جاتی تھی کہ ایک مرتبہ ایک نوجوان سراغرساں کو سوئٹزرلینڈ میں کسی نے ایک خاص ملاقات کے لئے بلایا یہاں ایک صحافی سے اسے ملنا تھا۔ لیکن وہ سراغرساں صحافی سے ملاقات کا وقت نہ نکال سکا اور صحافی سوئٹزرلینڈ سے نکل گیا۔ اس کا نام نکولائی لینن تھا اور ایجنٹ ایلن ڈلز تھا۔ ایلن ڈلز جو بعد ازاں امریکن سی آئی اے کا بانی بنا یہ واقعہ اپنی زندگی میں کبھی نہ بھولا۔ وہ اکثر کہا کرتا تھا کہ ''آپ کو نہیں پتہ کہ قیمتی معلومات کب اور کہاں سے آپ کو اچانک مل جائیں۔'' ٹریننگ سکول میں ایسے سراغرسانوں کی مثال کبھی نہ دی جاتی جو سراغرسانی کے دوران پکڑے جاتے تھے ایسے سراغراسانوں کو اچھا نہ سمجھا جاتا تھا۔ تربیت کے دوران یہ بات سکھائی جاتی کہ کس طرح مختلف حالات میں پھنسنے کے بعد کیسے بچا جا سکتا ہے۔

جاسوسی اور سراغرسانی کی دنیا میں یہ ضروری نہیں ہوتا کہ ایک کامیاب طریقہ مختلف حالات میں دوبارہ کامیابی سے ہی ہمکنار ہو۔ مختلف آپریشنز کے لئے مختلف حکمت عملیاں سکھائی جاتیں۔ کوئی دو کیس ایک جیسے نہ ہوتے تھے۔ کیونکہ دونوں میں

حالات و واقعات، زمینی حقائق، تہذیب، کلچر اور زمین مختلف ہوتے ہیں۔ ہر کیس کی مثالیں دے کر سراغرسانوں کے محسوسات طالبعلموں تک پہنچائے جاتے اور ساتھ یہ بھی کہا جاتا کہ اس واقعے کو مثالی واقعہ نہ سمجھا جائے۔ ٹریننگ کے دوران ایک ریکروٹ چند ہی ایسے طریقے سیکھ پاتا جنہیں وہ اپنی ملازمت کے دوران استعمال کرتا۔ سکول میں وہ ایسے طریقے سیکھتا کہ جس سے وہ دشمنوں اور دوستوں کے درمیان فرق کرنا سیکھ جاتا تھا۔ اسے بتایا جاتا کہ دنیا کی کوئی بھی خفیہ ایجنسی دوستی یا دشمنی کا تعین خود سے نہیں کر سکتی بلکہ یہ متعلقہ ملک کی خارجہ پالیسی ہوتی ہے جو یہ تعین کرتی ہے کہ دوست ملک کون ہے اور دشمن ملک کون؟ اگلے کورس میں اسے مختلف معلومات کی درجہ بندی کرنا سکھائی جاتی۔ اور اس شعبے کے مخصوص کوڈ سکھائے جاتے۔ اسے بتایا جاتا کہ جہاں ملکی سلامتی کا مسئلہ درپیش ہو وہاں بیوروکریسی کے سرخ فیتے کو کیسے کاٹا جاتا ہے؟

''را'' کے افسر کی تربیت کا دوسرا مرحلہ اسے تہذیب سے اٹھا کر جنگل میں لے جاتا۔ اس کورس کے دوران اسے کسی سرحدی علاقے میں تعینات کر دیا جاتا اور اسے فیلڈ انٹیلی جنس بیورو سے منسلک کر دیا جاتا۔ ایف بی آئی میں تربیت کا دورانیہ چھ ماہ سے ایک سال پر محیط ہوتا ہے۔ یہاں اسے سپیشل آپریشن کے دوران دشمن ملک کی سرحد پھلانگنے کی تربیت دی جاتی۔ یہاں ''را'' کا ایک افسر سیکھتا کہ کس طرح سرحدی پولیس یا فوجیوں کو غچہ دے کر خاردار تاریں پار کر کے دوسرے پار جانا ہے، خاردار تاروں کو پار کرنے کے دوران سپیشل گروپ کا ایک دستہ اس زیر تربیت سراغرساں کو گرفتار کرنے پر مامور کیا جاتا۔ جو اس مشق کے دوران پکڑا جاتا اسے انٹیسروگیشن سیل میں لے جا کر سخت اذیتیں دی جاتیں اور اس سے اگلوایا جاتا کہ وہ ''را'' کا جاسوس ہے۔ تربیت میں ایک سراغرساں سے یہ توقع کی جاتی کہ وہ ''را'' کے ایک جاسوس کی حیثیت سے اپنی شناخت چھپا کر رکھیں انہیں ہدایت کی جاتی کہ ان پر سختیوں کے پہاڑ بھی توڑ دیئے جائیں تو بھی وہ خود مت بتائیں کہ ان کا تعلق ''را'' سے ہے۔ یہ مشق سراغرسانوں کی

تربیت کا ایک ضروری حصہ ہوتی۔ اس تربیت کے لئے سرحد کے قریبی دیہاتوں اور ویرانوں کا انتخاب کیا جاتا تاکہ ایک سراغرساں زمینی حقائق کی تلخیاں برداشت کرنے کے لئے ذہنی طور پر تیار ہو جائے۔

سراغرسانوں کی تربیت کا اگلا مرحلہ دشمن کے علاقوں میں میل ملاقاتوں کی تربیت پر مبنی ہوتا۔ انہیں تربیت دی جاتی کہ دشمن ملک میں کسی طے شدہ ملاقات کے لئے سفر کے کون سے ذرائع اور طریقے اختیار کئے جاتے ہیں اور کسی گاؤں، شہر یا قصبے میں کوئی گھر تلاش کرنا ہو تو اس کا طریق کار کیا ہوتا ہے؟ بعض اوقات مشکوک انداز میں گھومتے ہوئے دیکھ کر انہیں مقامی آبادی کے لوگ پکڑ کر پولیس کے حوالے کر دیتے تھے اور پولیس کے علم میں نہ ہوتا تھا کہ پکڑا جانے والا ''را'' کا سراغرساں ہے اور اپنی تربیت کے دوران پکڑا گیا ہے۔ ''را'' کے سراغرسانوں کو سختی سے ہدایت کی جاتی کہ وہ پولیس کے سامنے زبان نہیں کھولیں گے۔ پولیس کا تشدد برداشت کریں گے لیکن انہیں ہرگز نہیں بتائیں گے کہ وہ ''را'' کے سراغرساں ہیں۔ بعض اوقات زیر تربیت ریکروٹوں کو پولیس گرفتار کر کے آوارہ گردی کے الزام میں جیل بھیج دیتی۔ ''را'' کے ایک سابق پولیس افسر نے بتایا، ''ان خوفناک جیلوں میں چند راتیں گزارنا زندگی کا ایک ڈراؤنا اور ہیبت ناک تجربہ بن جاتا ہے، اور یہ ڈراؤنا خواب اس وقت ختم ہوتا جب ان کی ضمانت کرا لی جاتی تھی۔ اس تربیت سے سراغرساں یہ سیکھتا کہ اگر دشمن کے علاقے میں کبھی اس طرح کی صورتحال پیش آ جائے تو اس سے نکلنے کے قانونی اور غیر قانونی طریقے کون کون سے ہو سکتے ہیں۔ اس تربیت سے انہیں حقیقی احساسات کا انداز ہوتا کہ کسی مصیبت کے دوران اعصاب پر کیا گزرتی ہے؟ بھارت کے مشرقی، مغربی اور شمالی سرحد سے ملحقہ علاقے اس قسم کی تربیت کے لئے بہترین عملی میدان مہیا کرتے تھے۔ زمینی علاقوں میں سخت تربیت کے ساتھ ساتھ سراغرسانوں کو انتہائی بلندی پر بھی آپریشن کرنے کی تربیت دی جاتی تھی۔ تربیت کا آخری حصہ سب کے لئے ضروری نہ تھا، یہ صرف ان

www.pakistanipoint.com

افسروں اور جوانوں کے لئے مخصوص تھا جو سپیشل آپریشن گروپ میں شامل ہوتے تھے۔ جنگلوں، بیابانوں، قصبوں، دیہاتوں، پہاڑوں اور گنجان آباد شہری علاقوں میں تربیت کے مختلف مراحل سے گزارنے کے بعد ان کی صلاحیتوں کو نکھارنے کیلئے انہیں ایک مرتبہ پھر واپس ٹریننگ سکول لایا جاتا۔

ٹریننگ سکول میں انہیں مختلف آپریشن کرنے کے لئے ذہنی طور پر تیار کیا جاتا اور ان کی برین واشنگ کے لئے انہیں جہاندیدہ اور تجربہ کار افسروں کے حوالے کر دیا جاتا۔ اس مرحلے کے خاتمے کے بعد ایک سراغرساں کی تربیت کا خاتمہ ہو جاتا۔ اور اس کی عملی سراغرسانی کا آغاز ہو جاتا۔ اس مرحلے میں اسے یہ سکھایا جاتا کہ بیرون ملک سے کس طرح لوگوں کو اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرنے کے لئے خریدا جاتا ہے۔ دشمن ملک کے اپنے ہی لوگوں کو کیا لالچ دے کر اپنے ساتھ ملایا جاتا ہے۔ تربیت اور تحریک کے تمام مراحل کے خاتمے کے بعد اب ایک سراغرساں میدان میں اترنے کے لئے مکمل طور پر تیار ہوتا۔ ایک سابق سراغرساں کے بقول، ''جب سراغرساں ٹریننگ سے واپس آتے تو ان کے اعتماد میں بے پناہ اضافہ ہو چکا ہوتا ہے، وہ آپ کے سامنے انتہائی پراعتماد انداز میں بیٹھے ہوں گے۔ یہ جاننے کے لئے کہ کیا انہوں نے مطلوبہ مہارتیں سیکھ لی ہیں؟ ان کی آنکھوں میں نہ جھانکو بلکہ ان کے پاؤں کی طرف دیکھو جہاں جنگلوں اور بیابانوں کی خاک پڑی ہوتی ہے اور جو تھکاوٹوں اور مصیبتوں کی کہانیاں سنا رہے ہوتے ہیں۔

نئے نظریات:

1970ء کے بعد ''را'' کا نصاب بہت زیادہ تبدیل کیا گیا۔ لیکن بنیادی مقاصد کو نہ چھیڑا گیا۔ یہ 70ء کے اوائل کی بات ہے! جب ''را'' کے بارے میں ایک نئی سوچ نے جنم لینا شروع کیا۔ پولیس، آئی بی اور دیگر سروسز سے ڈیپوٹیشن پر آنے والے افسروں اور ملازمین کے علاوہ بھاری تعداد میں سرکاری ملازم، ایڈمنسٹریٹر اور متعدد شعبوں

کے ماہرین اور خاص طور پر الیکٹرانک اور شہری ہوا بازی سے متعلق ماہرین کو ''را'' میں
شامل کیا گیا۔ یہ تمام ماہرین اپنے اپنے شعبوں میں ایک مقام رکھتے تھے لیکن ضرورت
اس امر کی تھی کہ انہیں انٹیلی جنس سے متعلقہ کام کی سمجھ بوجھ کے لئے مختصر دورانیئے کے
کچھ کورسز کروائے جائیں۔ چنانچہ تربیتی کورس کا جائزہ لے کر ایک مختصر دورانئے کا کورس
تشکیل دیا گیا۔ اس کورس کا بنیادی خیال ''جاننے کی ضرورت'' پر مشتمل تھا۔ تنظیم اور
تنظیمی مہارتیں کسی تربیتی پروگرام میں ایک بنیاد کا کام کرتی ہیں اس کی ''را'' میں شروع
سے ہی کمی رہی ہے۔ معلومات کا تجزیہ مکمل طور پر ہیڈ کوارٹر کی ذمہ داری تھا۔ باقی طریقہ
کار پہلے جیسا ہی رہا۔ اس کے بعد تربیت ملازمت میں سیکھنے کے دوران دی گئی۔ اور
اس کی نگرانی ایک سینئر افسر نے کی۔ دوران ملازمت تربیت کا مرحلہ کسی ٹاسک کو عملی طور
پر کر کے اس سے نتیجہ نکالنے کے عمل پر مشتمل تھا، اس کے بعد اس سراغرساں کو ایک
ڈیسک افسر کے اسسٹنٹ کے طور پر تعینات کر دیا جاتا۔ (اس کے دیگر ہم منصوبوں کی
طرح جو اپنے اپنے شعبوں کے ماہر ہوتے تھے) جس ڈیسک سے اسے منسلک کیا جاتا
اس کا تعلق کم ترجیحی ملکوں سے ہوتا تھا۔ ترجیح کے پیمانے کا تعین بھارت سرکار کی خارجہ
پالیسی کرتی تھی۔ کچھ انٹیلی جنس افسران کو فیلڈ میں اسسٹنٹ کیس افسر تعینات کر دیا
جاتا۔ اس تعیناتی کی مدت دو سال پر محیط ہوتی تھی۔

سراغرسانی:

ایک سراغرساں کے میدان عمل میں آنے کے ساتھ ہی اس کی گردن سٹیشن چیف
کے پھندے سے آزاد ہو جاتی۔ اسے سرکاری عہدہ دے کر اس کی اصل شناخت
چھپائی جاتی تھی۔ اسے کسی بھی عہدے کے ساتھ بیرون ملک قائم بھارتی سفارت
خانے میں اپنے فرائض سرانجام دینے ہوتے تھے۔ اپنے عہدے کی وجہ سے اکثر
سراغرسانوں کو فارن آفس کا عملہ ناپسند کرتا ہے اور دونوں میں ایک حریفانہ کشمکش جاری
رہتی ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ اگر ''را'' کا افسر فارن آفس کے عملے کے کسی رکن سے

ہاتھ ملاتا تو وہ مذاق میں اپنی انگلیاں گننا شروع ہو جاتا کہ مبادا ''را'' کے جاسوس نے اس کی کوئی انگلی تو نہیں اڑا لی۔

جاسوس کے کاموں میں سے ایک اہم کام سفیروں کی رپورٹوں کا مطالعہ کر کے ان سے معلومات اکٹھی کرنا اور اپنے مخبروں کے ذریعے متعلقہ ملک کے بارے مختلف تحقیقی رپورٹیں مرتب کرنا ہوتا ہے، یہاں وہ پہلی دفعہ سیکھتا ہے کہ ایک عملی آپریشن کرنے میں کیا کیا مشکلات پیش آ سکتی ہیں۔ کیونکہ کتابی علم بہرحال عملی میدان کے علم سے مختلف ہوتا ہے۔

جاسوس کی ذمہ داریاں:

دنیا کی مختلف انٹیلی جنس ایجنسیوں کے جاسوسوں کو تقریباً ایک ہی نوعیت کا کام کرنا پڑتا ہے۔ ایک ''ریذیڈنٹ'' اپنے علاقے میں تمام آپریشنز کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ کسی دور دراز علاقے میں آپریشن کی ذمہ داری اس سے قریب ترین ریذیڈنٹ کی ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر مصر میں ہونے والا آپریشن بیروت بغداد کے ریذیڈنٹ کی ذمہ داری ہوگا۔ ریذیڈنٹ معاشی طور پر ایک خوشحال فرد ہوتا ہے۔ آپریشن والے ملک میں وہ کوئی قانون شکنی نہیں کرتا۔ اور وہ جس ملک میں بھی جاتا ہے ایک قانونی شناخت کے ساتھ جاتا ہے اسے بھارتی شہری کی حیثیت سے سماجی حلقوں میں مکمل قبولیت حاصل ہوتی ہے۔ وہ آپریشن میں براہ راست ملوث نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ سٹیشن افسر، کیس افسر اور ایجنٹ کے مابین ایک اہم رابطہ ہوتا ہے، کیس افسر کے فرائض میں آپریشن کا مکمل ریکارڈ رکھنا، آپریشن کے دوران ہونے والی تمام ملاقاتوں کو ریکارڈ کرنا، آپریشن کے لمحہ بہ لمحہ آگے بڑھنے کے عمل کی نگرانی کرنا اور فیلڈ میں موجود تمام جاسوسوں سے رابطہ رکھنا شامل ہے، وہ جاسوسوں سے یا تو براہ راست رابطہ کرتا ہے یا پھر یہ رابطہ پرنسپل ایجنٹ کے ذریعے کیا جاتا ہے۔

پرنسپل ایجنٹ اسی ملک کا قانونی شہری ہوتا ہے جس میں ''را'' آپریشن کر رہی ہوتی

ہے۔ فیلڈ میں ایک ایجنٹ آپریشن سے قبل اور آپریشن کے دوران تمام متعلقہ معلومات جمع کرنے کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ اصل میں ایجنٹ ہی عملی طور پر ایک جاسوسی کردار ہے۔ اس کا عمل اس ملک کے قانون کی خلاف ورزی پر مشتمل ہوتا ہے۔ مقامی ایجنٹ کو ایک آپریشن میں استعمال کرنے کے بعد ایک طویل عرصے کے لئے سرد خانے میں ڈال دیا جاتا ہے۔ یعنی اگلے آپریشن تک اسے بھلا دیا جاتا ہے۔ اور اگلے آپریشن کا فیصلہ، بہرحال نئی دہلی میں بیٹھے ''را'' کے سٹیشن چیف کو کرنا ہوتا ہے۔ مقامی ایجنٹ سے تعلقات اس سطح پر رکھے جاتے ہیں کہ بات افشاء ہونے پر کہہ دیا جاتا ہے کہ اس کا بھارتی سفارت خانے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بھارتی سفارت خانوں میں کام کرنے والے ''را'' کے افسران اور ملازمین کی حیثیت متعلقہ ملک میں ایک ناپسندیدہ شخصیت کی سی ہوتی ہے لیکن چونکہ انہیں سفارتی آڑ حاصل ہوتی ہے اس لئے بغیر ثبوت کے کوئی بھی حکومت سفارت کاروں کے بھیس میں چھپے ہوئے ان جاسوسوں پر ہاتھ نہیں ڈال سکتی۔ کیونکہ اس سے دونوں ملکوں کے تعلقات خراب ہونے کا خدشہ ہوتا ہے۔

ایک ریذیڈنٹ، ایجنٹ اور کیس افسر کے مابین اس طرح رابطہ کرواتا ہے کہ وہ براہ راست ایجنٹ کے سامنے بھی نہیں آتا اور اپنے آپ کو کسی مشکوک حالت سے بالا رکھتا ہے تاکہ آپریشن ناکام ہو تو اس کی اس ملک میں ذاتی حیثیت اور ساکھ خراب نہ ہو۔ ریذیڈنٹ ایک وقت میں ایک سے زیادہ آپریشنوں میں ملوث نہیں ہوتا۔ عام طور پر ایک وقت میں ایک ہی آپریشن چل رہا ہوتا ہے۔ ایسا سکیورٹی کے نقطہ نظر سے کیا جاتا ہے۔ کیونکہ اگر آپریشن بند کرنا پڑے تو صرف ایک آپریشن بند کرنا پڑتا ہے جس سے سراغرسانی کا زیادہ کام متاثر نہیں ہوتا۔ پرانا نظام جس میں جاسوسوں کا پورا ایک نیٹ ورک ہوتا تھا اب ماضی کی بات بن چکی ہے۔ یہ نظام دوسری عالمی جنگ میں موجود تھا جب انگریزوں اور جرمنوں کے جاسوسی کے جال بچھے ہوئے تھے۔ اس نظام نے ان ملکوں کے جاسوسی کے نیٹ ورکوں کو بہت نقصان پہنچایا۔ ایک جاسوس کے پکڑے جانے

www.pakistanipoint.com

پر دوسرا بھی پکڑا جاتا اور اس طرح فوری طور پر پورا نیٹ ورک پکڑا جاتا تھا اس طرح ایک جاسوس سے کچھ اگلوانے کے لئے بھاری قیمت ادا کرنا پڑتی تھی۔

سائنسی ترقی کے ساتھ ساتھ تھرڈ ڈگری تشدد کے طریقے اب ماضی کا حصہ بن چکے ہیں۔ اب تو سچ اگلوانے والی دوائیاں دستیاب ہیں۔ اور کچھ ایسے طریقے بھی ایجاد ہو چکے ہیں کہ پکڑا جانے والا جاسوس اپنے مشن کے بارے میں تمام تفصیلات اگل دیتا ہے۔ جاسوس سے تفتیش کے طریقے گو تبدیل ہو چکے ہیں لیکن ایجنٹ کی مشکلات اور سختیاں کم و بیش وہی ہیں۔ اسے جتنا کم علم ہو گا جاسوسی کرانے والے ملک کے لئے اتنا ہی سود مند ہو گا۔

جاسوسی کے قصے اور کہانیاں:

جاسوس اس پورے نظام میں وہ واحد شخص ہے جسے جاسوسی قصے کہانی لکھنے والے ادیبوں، ڈرامہ نگاروں اور فلم کے مصنفین نے غلط طریقے سے پیش کیا ہے۔ اس کی اصل زندگی اور کام کرنے کا طریق کار کچھ اور ہوتا ہے لیکن جاسوسی کہانیوں میں اسے کسی اور طریقے سے پیش کیا جاتا ہے۔ یہ تصویر کشی جاسوس کے اصل کردار سے میل نہیں کھاتی۔ وہ ایک سپر ایجنٹ نہیں ہوتا، نہ ہی وہ سنگدل، بے رحم اور اندھیرے تہہ خانوں میں رہنے والا کوئی گمنام شخص ہوتا ہے۔ اصل میں ایک اچھا جاسوس ان فلمی جاسوسوں سے بالکل الٹ ہوتا ہے۔ اس کی اولین اور بنیادی خوبی یہ ہوتی ہے کہ وہ طے شدہ ہدف تک پہنچ جائے۔ گمنام رہ کر اور دروازے کی چابی لگانے والے دروازوں (کی ہولز) سے جھانکتے ہوئے وہ مقررہ ہدف تک نہیں پہنچ سکتا اور اس طرح جو کام اس کے ذمے لگایا جاتا ہے وہ ان طریقوں سے پورا نہیں کیا جا سکتا۔ جب تک وہ اپنے ہدف کے درمیان نہ ہو، وہ کچھ بھی نہیں کر سکتا۔

جاسوسی بارے ایک غلط روایت یہ مشہور ہے کہ ایجنٹ جس ملک مین جاسوسی کر رہا ہوتا ہے وہ اس ملک کا نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ کسی اور ملک کی شہریت کا حامل ہوتا ہے۔

www.pakistanipoint.com

حالانکہ جس ملک میں جاسوسی کی جا رہی ہے ایجنٹ کا تعلق اسی ملک سے ہوتا ہے۔ بھارت کے کسی جاسوس کے لئے یہ ممکن نہیں کہ وہ پاکستان کے نیوکلیئر پلانٹ میں داخل ہو جائے۔ پاکستان کی ایٹمی صلاحیت اور ایٹم بم بنانے کے ضمن میں ہونے والی پیش رفت کے بارے میں جاسوسی کے لئے کوئی پاکستانی یا کسی اور ملک کا شہری جو اٹامک انرجی کمیشن میں خدمات سرانجام دے رہا ہو، بہتر معلومات دے سکتا ہے۔

اس طرح کی صورتحال میں بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ایک ایجنٹ، ڈبل ایجنٹ کا کردار بھی ادا کر سکتا ہے کہ وہ بیک وقت دشمن ملک کے لئے بھی جاسوسی کر رہا ہو لیکن اس کا تعلق اپنے ملک کے جاسوسی کے شعبے سے ہو۔ یعنی کے جی بی کا ایجنٹ امریکہ میں کے جی بی اور سی آئی اے دونوں کے لئے جاسوسی کر رہا ہو۔ یہ بات درست ہو سکتی ہے لیکن اس طرح کے ایجنٹ کو دوسری طرف کی معلومات نہیں ہوتیں یعنی فرض کر لیں کہ اگر بھارت کسی ایجنٹ کو خریدتا ہے اور وہ ایجنٹ بوٹسوانا میں بھارت کے لئے کام کر رہا ہے تو اس ایجنٹ کو اگر بوٹسوانا بھارت کے خلاف کام کرنے کے لئے خرید لے تو اس سے بھارت کو کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ کیونکہ بوٹسوانا کے ایجنٹ کو بھارت کے بارے میں کوئی معلومات نہیں ہوں گی۔ ایک ایجنٹ کو صرف ایک ہی آپریشن سے متعلقہ کام کے بارے میں بریف کیا جاتا ہے۔

ایک ایجنٹ دراصل ایک فری لانس ہوتا ہے۔ یعنی بے قاعدہ تنخواہ دار، ایک اسائنمنٹ کے لئے پیسے لے کر کام کرنے والا۔ جو صرف اپنی ذاتی حیثیت میں کام کرتا ہے اور یہ ہیڈکوارٹر میں ایک کیس افسر کے تحت اپنے ''فرائض'' سرانجام دیتا ہے۔ وہ مختلف سٹیشن چیفس کے تحت آنے والے علاقوں میں کام کرتا ہے۔ جو اس کی موجودگی سے بے خبر ہوتے ہیں۔ صرف خاص خاص کیسوں میں، کیس کی نوعیت کے مطابق سٹیشن چیفس کو ایجنٹ کی موجودگی کے بارے میں مطلع کیا جاتا ہے۔ اس ایجنٹ کے کام بڑے وسیع ہوتے ہیں۔ یہ دیگر ایجنٹوں کی تقرری نہیں کرتا۔ اور اگر اس سے اس طرح کا کام

لینا پڑے تو اس گراری کا ایک دندانہ بیچ میں سے کم کر دیا جاتا ہے۔ اپنے ملک روانگی سے قبل اسے آپریشن اور کام سے متعلق ایک تفصیلی بریفنگ دی جاتی ہے۔ تربیت کے لئے اسے کرایا جانے والا دورہ بھارت عین قانون کے مطابق ہوتا ہے۔ اسے جو ویزا دیا جاتا ہے وہ طالبعلم، صحافی، ایئر لائن کے ملازم، ایک کاروباری فرد، ایک فنکار یا ایک ٹریول ایجنٹ کا ویزا ہوتا ہے۔ ریکارڈ میں اسے ایک کوڈ نام دیا جاتا ہے اور اس کی ایک باقاعدہ فائل کھولی جاتی ہے۔ اسے دورہ بھارت کے دوران ایسے مقامات پر لے جایا جاتا ہے جن کا اس کے خفیہ کام سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

جاسوسی میں کامیابی کا انحصار ذہنی تحریک (آمادگی) پر ہوتا ہے، اسباب کچھ بھی ہوں لیکن یہ سوال اپنی جگہ پر قائم رہتا ہے کہ لوگ جاسوس کیوں بنتے ہیں؟ اس کی صرف ایک ہی وجہ ہے اور وہ ہے پیسہ! ایک ایسا جاسوس جو جاسوس کے طور پر کام کرنے کے لئے آمادہ ہو اگر اسے تھوڑی سی تربیت سے گزارا جائے تو یہ ایک بہترین جاسوس یا ایجنٹ ثابت ہوتا ہے۔ اس کا کردار کسی انٹیلی جنس سروس میں کام کرنے والے سراغرساں سے مختلف اور کم مدت کا ہوتا ہے۔ اگر ایک ایجنٹ یا جاسوس کو ایک آپریشن کے بعد فارغ کر دیا جائے تو یہ کام لینے والے ملک کے لئے خطرناک نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس نے صرف اپنے حصے کا کام کیا ہوتا ہے۔ اور اسے اپنے ملک میں موجود جاسوسی کے پورے نیٹ ورک کا پتہ نہیں ہوتا۔ اس لئے یہ اپنی لاعلمی کی وجہ سے کام لینے والے ملک کے لئے خطرناک ثابت نہیں ہوتا۔

جاسوسی کا پورا نظام جاننے کی ضرورت پر منحصر ہے، مختلف خانوں میں بٹا ہوا یہ نظام مختلف شعبوں کو آپریشن کے لئے ایک جگہ اکٹھا کر دیتا ہے۔ ایک کیس افسر کو ایجنٹوں سے دور رہنے کی تاکید کی جاتی ہے۔ بعض اوقات ایک ایجنٹ کے ذہن میں مذکورہ آپریشن کھٹکنے لگتا ہے۔ بعض اوقات اسے محسوس ہوتا ہے کہ یہ آپریشن غیر اخلاقی ہے کوئی ایسا فارمولا سوائے دولت کے، اب تک ایجاد نہیں ہوا کہ ایجنٹ کو مکمل طور پر خریدا جا

سکے۔صرف دولت کے ذریعے ہی کسی ایجنٹ کو مکمل طور پر خریدا جا سکتا ہے۔

جاسوسی کی دنیا میں ایک چیز نہایت اہم ہے کہ معلومات نہ خریدی جائیں بلکہ متعلقہ فرد ہی خرید لیا جائے۔ اور اسے کسی کام کی ایک ہی مرتبہ بھاری ادائیگی نہ کی جائے بلکہ قسطوں میں تھوڑی تھوڑی رقم ادا کی جائے۔ اس سے ایجنٹ ایک طویل عرصے تک کیس افسر کا دست نگر رہتا ہے، کبھی کبھار آپریشن کے دوران مزید رقم کے لالچ میں کوئی ایجنٹ تساہل سے بھی کام لیتا ہے، اور معلومات کے معاملے کو لٹکا دیتا ہے۔ اس سے نبٹنے کے لئے مزید رقم دینا ضروری ہو جاتی ہے۔ بصورت دیگر وہ غلط معلومات دینا شروع ہو جاتا ہے۔ بہر حال اس میں کوئی لگا بندھا اصول نہیں ہے۔ بلکہ ہر فرد کے ساتھ معاملات طے کرنے کے لئے مختلف طریقہ ہو سکتا ہے۔ کبھی کبھار ایجنٹ بدمزاج ہو کر ہتھے سے اکھڑ جاتا ہے۔ معلومات کے لئے درست رقم کا تخمینہ ہمیشہ اہم کام رہا ہے۔ کچھ بنیادی حقائق کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کے لئے ایک معیار بنایا جا سکتا ہے۔ بعض اوقات ایجنٹ کی مالی حیثیت اور اس کی کسی ادارے میں حیثیت یعنی عہدے کے لحاظ سے رقم کا تعین کیا جاتا ہے۔ مثلاً کسی کلرک کو اتنی رقم نہیں دی جاتی کہ اس کی حیثیت تبدیل ہو جائے۔ اور پورا دفتر اس پر شک کرنا شروع کر دے۔

ایجنٹ جس محکمے میں کام کر رہا ہے اس محکمے کی انٹیلی جنس میں اہمیت کے پیش نظر اس کی ماہانہ تنخواہ یا فی کام معاوضہ مقرر کیا جاتا ہے۔ جاسوسی میں بلیک میلنگ یا ڈرا دھمکا کر معلومات اکٹھی کرنا ایک قدیم طریقہ تھا، جواب مروج نہیں ہے۔ ہاں! البتہ چند صورتوں میں بلیک میلنگ اب بھی کر لی جاتی ہے۔ لیکن یہ طریقہ بھی چند ہی ایجنسیوں تک محدود ہے۔ یہ طریقہ اس لئے ترک نہیں کیا گیا کہ یہ غیر اخلاقی ہے بلکہ اس لئے چھوڑا گیا کہ آپ ایک لمبے عرصے کے لئے کسی کو بلیک میل کر کے معلومات نہیں لے سکتے۔ اس سے افسر کے متعلقہ ایجنٹ سے تعلقات خراب ہو جانے کے امکانات ہوتے ہیں۔ دھمکی دینے کا طریقہ کار بھی کچھ زیادہ مناسب نہیں رہا۔ دیکھا یہ گیا ہے کہ بعض

www.pakistanipoint.com

اوقات دھمکی سے ایجنٹ وہ علاقہ ہی چھوڑ دیتا ہے۔ سی آئی اے، کے جی بی اور ایس آئی ایس (برٹش انٹیلی جنس ایجنسی) کی مثالوں کو مدنظر رکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ بعض اوقات انہوں نے ایجنٹوں کو ڈرانے، دھمکانے سے بھی کام لیا۔ اور پھر کچھ ایسے افراد جیسے اراکین اسمبلی وغیرہ سے راز اگلوانے کے لئے ان کی اس طرح جاسوسی کی گئی کہ انہیں کسی طوائف کے ساتھ رنگے ہاتھوں پکڑ لیا۔ اس کے لئے خوبصورت طوائفوں اور جنس فروش لڑکوں کو بھی استعمال کیا گیا۔ کیونکہ اگر ایک ایسا ممبر پارلیمنٹ جس سے آپ کوئی راز لینا چاہیں اور اسے کسی ایسی حالت میں جا دبوچیں تو وہ اس راز پر پردہ ڈالنے کے لئے سب کچھ بتانے پر تیار ہو جائے گا۔ طوائفوں کے ذریعے جاسوسی کرانے، یا بلیک میل کرانے کا ''را'' کے پاس کوئی انتظام نہیں کہ جس سے لوگوں کو گھیر کر ان سے معلومات حاصل کی جائیں۔ ایک موقع پر ''را'' پر یہ الزام عائد کیا گیا تھا کہ ''را'' نے اس طریقے سے جاسوسی کرنے کے لئے باقاعدہ ایک قحبہ خانہ قائم کیا ہے لیکن مجھے باخبر ذرائع سے پتہ چلا ہے کہ یہ ''را'' پر محض الزام تراشی ہے۔

متعدد ممالک میں جہاں جنسی کاروبار ایک قانونی فعل ہے وہاں انواع و اقسام کے ''سیکس پارلرز'' ہوتے ہیں، دفتر خارجہ کے عملے اور ''را'' کے جاسوسوں کو منع کر دیا جاتا ہے کہ وہ ایسے کلبوں میں نہ جائیں۔ اتنے سخت انتباہ کے بعد کوئی بے وقوف سرا غرساں ہی ایسے کلبوں میں جانے کی جرأت کر سکتا ہے لیکن مزے کی بات یہ ہے کہ ایسے بے وقوف موجود ہیں۔ جاسوسی کے اس نظام میں جاسوس اس کہانی کا محض ایک سرا ہوتے ہیں جبکہ دوسرا سرا بھی اس کہانی میں نہایت اہم کردار ادا کرتا ہے۔ بعض دفعہ سٹیشن چیف سے کوئی نہایت اعلیٰ سطح پر رابطہ کرتا ہے یہاں سٹیشن چیف تذبذب میں پڑ جاتا ہے کیونکہ اس اعلیٰ سطح کے شخص کی شرط یہ ہوتی ہے کہ وہ یہ معلومات براہ راست ''را'' کے سٹیشن چیف کو دے گا۔ اس صورتحال میں ''را'' کا مقامی عملہ خاصی بری صورتحال میں پھنس جاتا ہے۔ بھارتی سفارت خانوں میں تعینات افراد جن کے بارے میں یہ گمان

کیا جاتا ہے کہ یہ ''را'' کے لوگوں کے ساتھ مل کر کام کرتے ہیں عجیب مشکل میں پھنس جاتے ہیں۔ اب بھی عملی طور پر یہ صورتحال پیش آ جاتی ہے۔ یہ وہ صورتحال ہوتی ہے جب ''را'' کے سٹیشن چیف کو سفیر کے ساتھ قریبی رابطہ استوار کرنا پڑتا ہے۔ متعدد کیسوں میں دونوں افسروں میں رابطے کا فقدان ہوتا ہے۔ بھارتی سفارت خانوں میں تعینات سفیر کسی معاملے میں براہ راست ملوث ہوئے بغیر معلومات اکٹھی کرنے میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔

اس طرح کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں کہ سفارت خانے سیاسی جماعتوں کے ساتھ رابطوں میں بہت مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ یہ کوئی نیا نظریہ نہیں ہے۔ مختلف ایجنسیوں کی صرف ان کے سفارت خانوں کے رابطوں کی وجہ سے ہی فنڈنگ کی جا رہی ہے، اس سے قطع نظر کہ کسی ملک کا سفارت خانہ صرف ماحول بناتا ہے لیکن یہ دیکھنا بھی ضروری ہے کہ کس ملک میں موجود سفارت خانہ اپنے ملک کی خفیہ ایجنسی کے لئے ایک دروا کرتا جس میں سے راستہ بنانا خفیہ ایجنسی کے لئے آسان ہو جاتا ہے۔ اگر سفارت خانہ اس کام میں مدد نہ کرے تو خفیہ ایجنسی کبھی بھی، تنہا اس کام کو پایہ تکمیل تک نہیں پہنچا سکتی۔

معلومات کی بہم رسانی:

ایک ایجنٹ کا تقرر ایک پورے نظام کی تشکیل کا متقاضی ہوتا ہے، ایک ایسا نظام جس میں ایجنٹ سے معلومات درمیانی ایجنٹ سے ہوتے ہوئے کیس افسر تک پہنچیں۔ بہت سی خفیہ ایجنسیاں معلومات کی بہم رسانی کے نظام کو پرنسپل ایجنٹ اور مڈل مین کے ذریعے استوار کرتی ہیں۔ ایجنٹ معلومات لے کر اسے پرنسپل ایجنٹ کو پہنچا دیتا ہے۔ اس لئے عام طور پر کوئی ڈیڈ لیٹر بکس استعمال کیا جاتا ہے (کسی ایک علاقے کا انتخاب کر لیا جاتا ہے کہ جہاں ایک نے دستاویزات چھوڑنی ہیں اور دوسرے نے وہیں سے اٹھا لینی ہیں) کسی ڈیڈ لیٹر بکس کے علاقے کا انتخاب، موقع محل کے مطابق تبدیل ہوتا رہتا

ہے۔ آئیڈیل صورتحال یہ ہوتی ہے کہ ایجنٹ کو پتہ نہ چلے کہ وہ یہ معلومات کس کو دینے جا رہا ہے یہ مردہ خطوط (dead letters) کہیں بھی رکھے اور اٹھائے جا سکتے ہیں۔ مثلاً ریل گاڑی میں، کسی جہاز کے واش روم میں یا کسی ہوٹل ریسٹورنٹ یا ایئرلائن ایجنسی کے دفتر میں۔

ایک مثالی ایجنٹ یا مثالی جاسوس کون ہوتا ہے؟ اس بارے میں کوئی حتمی بات نہیں کہی جا سکتی۔ نہ ہی دستاویزات کے تبادلے کے کسی طریقے کو بہترین کہا جا سکتا ہے۔ دستاویزات کے تبادلے کے طریقے وقت اور حالات کی مناسبت سے تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔

ہدف (ٹارگٹ) انٹیلی جنس کی زبان میں بولا جانے والا ایک عام لفظ ہے۔ یہ دراصل کسی آپریشن کا بنیادی مقصد ہوتا ہے، ہدف چھوٹا یا بڑا دونوں قسم کا ہو سکتا ہے۔ ہدف کسی خاص ملک سے خاص معلومات کا حصول بھی ہو سکتا ہے۔ یعنی یہ بھی ایک ہدف ہو سکتا ہے کہ یہ پتہ چلایا جائے کہ پاکستان نے بم بنانے کے منصوبے کن کن ممالک سے حاصل کئے؟ اس صورت میں یورپ میں موجود کوئی فرم بھی ٹارگٹ ہو سکتی ہے۔ اس کی بہترین مثال بنگلہ دیش آپریشن کی دی جا سکتی ہے جو ''را'' نے سرانجام دیا۔ ہدف کوئی بہت بڑا جغرافیائی علاقہ بھی ہو سکتا ہے جس طرح کہ آج کل خلیج کا علاقہ عراق ایران تنازعے کی وجہ سے دنیا بھر کی خفیہ ایجنسیوں کا میدان عمل بنا ہوا ہے۔ ہدف کسی الماری سے کسی فائل، ٹائپ رائٹر کاربن، کاربن پیپر یا کسی پرانے ٹائپ رائٹر کا حصول بھی ہو سکتا ہے۔ جہاں خفیہ دستاویزات رکھی یا یا ٹائپ کی جاتی ہیں۔ (انٹیلی جنس کے اکثر دفاتر میں سیکرٹ دستاویزات تیار کرنے کے بعد ایسے ٹائپ رائٹر کے ربن اور کاربن پیپر ضائع کرنا اب ایک معمول کی کارروائی بن گیا ہے) ہدف اصل میں کوئی خیالی چیز نہیں ہوتی بلکہ کوئی مواد ہوتا ہے جسے کسی نہ کسی طور حاصل کرنا ہوتا ہے۔ ایک مرتبہ ہدف کا تعین ہو جائے تو اس سے اگلا مرحلہ ہدف کے حصول کے لئے کئے جانے

www.pakistanipoint.com

والے آپریشن کے اعداد و شمار اکٹھے کرنے کا ہوتا ہے۔ منصوبہ بندی کے لئے معلومات اور اعداد و شمار جمع کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔

اعداد و شمار کے حصول کا آغاز وہاں سے کیا جاتا ہے کہ اس ہدف کی مناسبت سے کون سی معلومات قبل ازیں موجود ہیں۔ سب سے پہلے ان معلومات کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ مثلاً آپریشن کے علاقے میں کتنے اور کون سے افسر اور ملازمین کام کر رہے ہیں۔ اس طرح کی معلومات کا حصول نسبتاً آسان ہوتا ہے کیونکہ یہ معلومات مختلف محکموں کے لئے تیار کی جانے والی ٹیلیفون ڈائریکٹری سے آسانی سے مل جاتی ہیں۔ یہ پرائیویٹ اداروں میں رکھی جانے والی ڈائریکٹری کی طرز کی ہوتی ہے جس میں ادارے اپنے ملازمین کے ناموں، عہدوں اور فون نمبروں پر مشتمل ایک ڈائریکٹری تیار کرتے ہیں، سرکاری ملازموں کی ڈائریکٹری عام طور پر ایک مفصل ڈائریکٹری ہوتی ہے۔ اس میں افسران اور ملازمین کے نام، پتے، گھر کے فون، کوڈ، کمروں کے نمبر اور ایکسٹینشن نمبر درج ہوتے ہیں۔ ہدف سے متعلقہ اعداد و شمار کے حصول کا سلسلہ جاری رکھا جاتا ہے۔ ہدف کے بارے میں معلومات کے حصول کے بعد ایک گروپ ان معلومات کی چھانٹی کرتا ہے۔ اس سے کسی ایک ہدف کی تمام تر مصروفیات کا پتہ چل جاتا ہے۔ مثلاً یہ کہ متعلقہ ہدف کس وقت اور کون سے کلب جاتا ہے؟ اسی طرح ہوٹل، ریسٹورنٹ، مذہبی اجتماعات، حتیٰ کہ طوائف کے کوٹھے پر جانے (اگر وہ اس قسم کا ذوق رکھتا ہو تو) کے اوقات اور طوائفوں کے نام و پتوں کی فہرست جمع کی جاتی ہے۔ کچھ ایجنسیوں کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ مساج کلبوں، قحبہ خانوں، ہیلتھ کلبوں کی ایک فہرست ترتیب دیں جہاں متعلقہ حکومتی افسران اور ارکان اسمبلی اکثر جاتے ہوں۔

مغربی ملکوں میں یہ طریقہ عام ہے۔ اس سے ان لوگوں سے رابطہ کیا جا سکتا ہے جو اس طرح کے ہدف سے آسانی سے معلومات حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ بھارت میں کے جی بی اور سی آئی اے کے افسران، کاروباری اور سرکاری حلقوں

میں دعا سلام رکھتے ہیں تا کہ ان حلقوں میں کی جانے والی گپ شپ سے معلومات اکٹھی کی جا سکیں۔ گو کہ ہر ایجنسی کا اپنا ایک الگ طریقہ کار ہوتا ہے۔ سی آئی اے اور کے جی بی کا ذکر کرنے کا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ بھارت میں موجود دیگر ایجنسیاں اس طرح کے طریق کار اختیار نہیں کرتی ہیں۔ ان دو ایجنسیوں کا حوالہ دینے کا مقصد یہ ہے کہ کیونکہ یہ دونوں معروف ایجنسیاں ہیں اور ان کے عزائم بڑے واضح ہوتے ہیں، اور ان ایجنسیوں کے دیگر ایجنسیوں کی نسبت اس علاقے میں زیادہ وسیع مفادات اور دلچسپی ہے۔ لوگوں سے معلومات لینے کے لئے ان کے قریب ہونے کے عمل کو سی آئی اے دوست بنانے کی اصطلاح سے بھی تعبیر کرتی ہے۔ مختلف خفیہ ایجنسیاں اس عمل کے لئے مختلف اصطلاحیں استعمال کرتی ہیں لیکن بنیادی اقسام بندی تقریباً ایک جیسی ہے۔ اس میں سینئر حکومتی افسران، خفیہ سیکرٹری، سیکورٹی افسر، اہم کاروباری شخصیات زیادہ اہم ہوتی ہیں جن کا وزیروں اور سیکرٹریوں کے ساتھ رابطہ رہتا ہے۔

دوسری جانب کے بی جی کا اپنا ایک طریقہ کار ہے کہ دوسرے درجے کے ملازمین کو ساتھ ملا کر ان سے معلومات حاصل کی جائیں۔ مثلاً کلرک، ٹائپسٹ، نائب قاصد وغیرہ، کیونکہ فیصلوں کے فوری بعد ان کے پاس اطلاعات آ جاتی ہیں اور کوئی ان پر شک بھی نہیں کرتا۔ ان سے دفتری اوقات کے بعد انتہائی سکون اور سہولت کے ساتھ معلومات لی جا سکتی ہیں۔ تیسری قسم الیکٹریشن اور اسی نوع کے کام کرنے والے دیگر لوگوں کی ہے۔ جس میں فون آپریٹرز، پلمبرز وغیرہ شامل ہوتے ہیں۔ یہ قسم اس وقت سامنے آئی جب بھارت سے اس نوع کا کام کرنے والے متعدد جاسوس پکڑے گئے اور بعد ازاں انہوں نے اعتراف کیا کہ وہ کے جی بی، سی آئی اے اور کمیونسٹ بلاک سے تعلق رکھنے والے دیگر ممالک کی ایجنسیوں سے تعلق رکھتے ہیں۔

کچھ کیسوں میں یہ بات بھی سامنے آئی کہ وہ جن ایجنٹوں کے لئے کام کرتے تھے ان کی ایجنسیوں کا نام بھی نہیں جانتے تھے کہ وہ یہ معلومات کس کو دے رہے ہیں۔ ان

ذرائع کے علاوہ سفارت خانے کا عملہ بھی شامل ہوتا ہے جو متعلقہ دستاویزات دیکھتا ہے۔ ان کا تعلق سفارت خانے سے ہوتا ہے لیکن ان کا اصل کام جاسوسی کرنا ہوتا ہے۔ ایک طویل عرصے تک عورتوں کو اس شعبے کے لئے ایک رکاوٹ سمجھا جاتا رہا حتیٰ کہ انٹیلی جنس افسروں کی بیویوں کو بھی ایک لمبے عرصے کے لئے منظر سے غائب رکھا گیا۔ اب اس پورے مشن میں بیویوں کو شامل کرنا بھی اہم سمجھا جاتا ہے۔ اب میاں بیوی کو ایک کامیاب ٹیم تصور کیا جاتا ہے۔ کیونکہ دونوں کو سماجی قبولیت حاصل ہوتی ہے۔ اب یہ طریق کار دنیا کی مختلف ایجنسیوں نے اپنا لیا ہے۔

ایک سراغرساں اگر اپنے ہدف کے درست سماجی حلقے تک پہنچ جاتا ہے تو اسے اپنے ہدف سے رابطہ کرنا کوئی مشکل نہیں رہتا۔ سراغرساں کی ملاقات اپنے ہدف سے کسی کلب میں، کسی مذہبی اجتماع میں یا کسی سپورٹس کلب میں کہیں بھی ہوسکتی ہے۔ اس کے پیچھے یہ نظریہ کارفرما ہوتا ہے کہ کس قسم کے شک و شبہے کے بغیر متعلقہ ہدف سے اس کے سماجی حلقے میں آسانی سے رابطہ ہو سکے۔ اس طرح صرف ہدف سے رابطہ کرنے کے پیچھے بہت سا تحقیقی کام کارفرما ہوتا ہے۔

متعدد ممالک کے دارالحکومتوں میں اس طرح کا رابطہ کرنا کوئی مشکل کام نہیں ہوتا کیونکہ اس قسم کا حلقہ احباب دنیا کے اکثر ممالک کے دارالحکومتوں میں موجود ہوتا ہے۔ سفیروں اور حکومتی افسروں سے میل جول اور کاروباری افراد سے سماجی تعلقات اس کام کو آسان بنا دیتے ہیں۔ صرف کمیونسٹ ممالک میں اس طرح کا رابطہ ذرا مشکل ہوتا ہے کیونکہ ان ملکوں کی سکیورٹی ایجنسیاں سائے کی طرح ان کے ساتھ لگی رہتی ہیں اور کلبوں اور دیگر سوشل مقامات پر مصروف رہتی ہیں جہاں کہ اس طرح کا رابطہ ہونے کے امکانات ہوتے ہیں، لیکن جاسوسی کے کاروبار میں ناممکن کوئی چیز نہیں۔ ایسے کمیونسٹ ممالک کے دوست ملکوں سے بہت سے وفود ان ملکوں کا دورہ کرنے آتے ہیں۔ ان میں صحافیوں، طلباء اور مختلف علوم وفنون کے ماہرین وغیرہ شامل ہوتے ہیں۔ سوال صرف

www.pakistanipoint.com

درست رابطہ تلاش کرنے کا ہے۔

چند سال قبل مجھے مسٹر کاؤ سے ملاقات کا موقع ملا۔ میں نے کاؤ سے استفسار کیا کہ ''را'' کا بجٹ اتنا زیادہ کیوں ہے؟ اور یہ کہ ''را'' کو اتنی رقم خرچ کرنے کی اجازت کیوں دی جاتی ہے؟ اس پر کاؤ نے کسی تبصرے سے صاف انکار کرتے ہوئے کہا کہ ''میں یہ ضرور کہوں گا کہ اگر آپ کو جدید ترین اسلحہ خریدنا ہے تو اس کے لئے آپ کو کثیر سرمایہ چاہئے۔ یہی حساب معلومات کا ہے کہ جتنی اہم معلومات ہوں گی قیمت اتنی ہی زیادہ ہوگی۔

کسی ملک میں جب ''را'' کے لئے کسی ایجنٹ کی اس ملک کے شہری کی جہاں آپریشن کیا جا رہا ہے، تقرری کی جاتی ہے تو اسے اس ملک کی سکیورٹی ایجنسیوں سے بچنے کی تربیت کے ساتھ ساتھ یہ بھی سکھایا جاتا ہے کہ مذکورہ دستاویزات، فائل، فلاپی، ڈسک، کوڈ، کتاب یا کاغذ کہاں سے کب اور کیسے حاصل کرنا ہے۔ حکومتوں نے اہم سرکاری دستاویزات اور حساس نوعیت کے شعبوں میں کام کرنے والے افسران اور ملازمین کی نگرانی کے لئے مستقل انتظامات کئے ہوتے ہیں۔ اس میں سب سے اہم انتظام یہ ہوتا ہے کہ ایسے افسران کے روزانہ کے معمولات کو نگاہ میں رکھا جاتا ہے۔ اور ایسے افسر کے دفتر سے باہر کے تمام اوقات، مختلف کلبوں اور دیگر عوامی مقامات پر جا کر ہونے والی سرگرمیوں کا مسلسل جائزہ لیا جاتا ہے اور دفتر میں بھی اس کے ملاقاتیوں کو نگاہ میں رکھا جاتا ہے اور جہاں کہیں ان کی کوئی سرگرمی معمول سے ہٹ کر ہو، اسے نوٹ کر کے اس کی تحقیقات کی جاتی ہیں۔ بھارت میں بھی حساس اداروں میں کام کرنے والے افسران کی سرگرمیوں کو نگاہ میں رکھنے کے لئے دو ادارے موجود ہیں۔ سی آئی ڈی کی سپیشل برانچ اور انٹیلی جنس بیورو حساس اداروں کے ملازمین اور افسران کی سرگرمیاں نوٹ کرتے رہتے ہیں۔

نئے ایجنٹ کی تقرری کرتے وقت نہایت احتیاط سے کام لیا جاتا ہے کیونکہ نیا ایجنٹ جاسوسی کی دنیا میں نووارد ہوتا ہے۔ اس لئے گھبراہٹ میں اس سے بہت سی

www.pakistanipoint.com

غلطیاں سرزد ہوتی ہیں۔ کیونکہ وہ جاسوسی کی تکنیک سے ناواقف ہوتا ہے، اس لئے وہ اکثر تنہائی کا شکار ہو جاتا ہے۔ ایجنٹ کو خوفزدہ کئے بغیر یہ بتایا جاتا ہے کہ اسے کس طرح معلومات حاصل کرنی چاہئیں کہ اس پر شک بھی نہ کیا جائے۔ اور وہ اپنا کام اطمینان سے بھی کر سکے۔ اسے بتایا جاتا ہے کہ دستاویزات کو فوری طور پر فائل سے نکال کر ان کی فوٹو کاپیاں تیار کر کے جتنی جلدی ممکن ہو انہیں واپس اصل فائل میں، اور اس فائل کو جلد سے جلد اپنی اصل جگہ پر رکھنا ہے۔ دستاویزات کے حصول کی آئیڈیل صورتحال یہ ہے کہ انہیں فوٹو کاپی کر لیا جائے۔ یہ بات پڑھ کر شاید قاری دوبارہ ناولوں میں لکھی جانے والی جاسوسی کہانیوں کو ذہن میں دہرانے لگے۔ جاسوسی کہانیوں میں تو یہ ہوتا ہے کہ رات کے وقت دیوار پھلانگ کر دفتر میں داخل ہوا جاتا ہے اور ایک مخصوص فائل کھول کر کیمرے سے اس کی تصاویر اتاری جاتی ہے اور پھر فائل پر سے انگلیوں کے نشانات مٹانے کے بعد اسے اصل جگہ پر رکھ کر دوبارہ دیوار پھلانگ کر باہر اندھیرے میں کھڑی کار میں بیٹھ کر فرار ہوا جاتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ایجنٹ کو کبھی کبھار ایسا بھی کرنا پڑے لیکن یہ کسی مخصوص صورتحال میں صرف ایک مرتبہ ہوسکتا ہے۔ اس مشق کو دہرانے سے ایجنٹ کے پکڑے جانے کے قوی امکانات ہوتے ہیں۔

فوٹو گرافی میں جدید آلات کی آمد کے ساتھ اب یہ ممکن ہو گیا ہے کہ کسی دستاویز کی تصویر اتار کر اسے منٹوں میں ڈویلپ کر کے یا ڈویلپنگ کے بغیر کمپیوٹر کے ذریعے اسے دنیا کے کسی بھی حصے میں بھیجا جا سکتا ہے۔ چھوٹے سے چھوٹے جاسوسی کیمرے اور فلمیں اب مارکیٹ میں عام دستیاب ہیں۔ کسی فائل کا مواد حاصل کرنے کے اب متعدد طریقے موجود ہیں۔ جن میں فوٹو کاپی، تصویر لینا اور زیروگرافی (طباعت کا ایک طریقہ)، اور فائل سے دیکھ کر قلم سے نقل کر لینا شامل ہیں۔ کاغذات کو فائل سے نکال کر دفتر کے باہر سے فوٹو کاپیاں کروانے کے طریقے کو مناسب نہیں سمجھا جاتا۔ کیونکہ فائل کی گمشدگی اگرچہ یہ ایک روز کے لئے یا چند گھنٹوں کے لئے ہو، ضرورت پڑنے پر ایک بہت بڑا

ہنگامہ کھڑا کر سکتی ہے۔ بعد ازاں اس طرح کی گمشدگی کے بعد حساس دفاتر کی سکیورٹی اتنی سخت کر دی جاتی ہے کہ متعلقہ کاغذات پھر ایک طویل عرصے تک باہر نہیں آ سکتے۔

ہاں البتہ اس صورت میں فائل کی دفتر سے باہر فوٹو کاپی کرانے کی ہدایت کر دی جاتی ہے۔ اگر کسی افسر یا ملازم کا یہ معمول ہو کہ وہ گھر پر کام کرنے کے لئے فائلیں گھر ساتھ لے جاتا ہو۔ اس نوع کی فائل یا کاغذ کے حصول کے لئے ٹائپسٹ (کمپوزر) ایک مناسب شخص ہوتا ہے۔ وہ کسی کاغذ کی ایک سے زیادہ کاپیاں آسانی کے ساتھ بنا سکتا ہے، لیکن اب انٹیلی جنس ایجنسیاں ان تمام طور طریقوں سے واقف ہیں وہ اس قسم کی حساس دستاویزات کی زائد کاپیاں بنانے کی اجازت نہیں دیتیں اور ہر کاپی پر ایک نمبر لگا دیا جاتا ہے۔ اور رف کاپی فوری طور پر جلا کر ضائع کر دی جاتی ہے۔ ٹائپسٹ کو اس وقت تک اس کام میں ملوث نہیں کیا جاتا جب تک کہ بہت ضروری نہ ہو۔ کوشش کی جاتی ہے کہ ایجنٹ کسی اور کو اس کام میں شریک کئے بغیر ہی اپنا آپریشن مکمل کر لے۔

یہ کہہ دینا بھی کچھ زیادہ درست نہیں کہ حساس اداروں میں کام کرنے والے تمام افراد کی مستقل چوبیس گھنٹے نگرانی کی جاتی ہے۔ ایسا ممکن نہیں ہوتا۔ خاص خاص شخصیات کے ساتھ تو سکیورٹی کے افراد لگائے جا سکتے ہیں۔ لیکن ہر افسر اور ملازم کے ساتھ اس طرح کا عملہ تعینات نہیں کیا جا سکتا جو اس کے تمام معاملات کی مکمل نگرانی کرے۔ ایک تحقیق کے مطابق ایک فرد کی چوبیس گھنٹے اس طرح نگرانی کرنا کہ اسے علم نہ ہو، اس کے لئے کم از کم پانچ افراد پر مشتمل سٹاف چاہئے۔ اور اگر ایک دفتر کے تمام افراد کی اس طرح کی نگرانی کرانا مقصود ہو تو اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس کے لئے کتنے افراد اور کتنا بجٹ چاہئے ہوگا۔

حکومتیں یہ کرتی ہیں کہ ایسے افسران و ملازمین جو حساس نوعیت کے حکومتی کاروبار میں شریک ہوں ان کے رویے، سماجی زندگی، کلب لائف یا طریقۂ زندگی میں تبدیلی کو نگاہ میں رکھا جاتا ہے۔ یعنی اگر ایٹمی پلانٹ کی سکیورٹی کے لئے تعینات ایک گیٹ کیپر

کے بارے میں پتہ چلے کہ اس کی فیملی کے پاس سائیکل سے اچانک کار آ گئی ہے تو اس طرح کی تبدیلی نوٹ کر کے اس پر تحقیقات کی جاتی ہیں۔ کیونکہ کہیں سے اچانک رقم آنے پر ہر شخص سب سے پہلے اپنا طرز زندگی تبدیل کرتا ہے گاڑی، گھر، بچوں کے اعلیٰ تعلیمی اداروں میں داخلے، بڑے کلبوں کی ممبر شپ، ملازمت سے علیحدہ کوئی اپنا ذاتی کاروبار، یہ سب ایک سرکاری ملازم کا خواب ہوتا ہے۔ چنانچہ ان چیزوں کا حصول یا ان چیزوں میں اضافے یا تبدیلی سے کچھ اشارے مل جاتے ہیں۔ ایک سادہ سا طریقہ یہ ہے کہ ایک ملازم کی تنخواہ اور اس کی ملازمت کا دورانیہ دیکھ کر حساب لگایا جا سکتا ہے کہ اس نے یوٹیلٹی بلز، بچوں کی تعلیم، روزمرہ کے اخراجات، شادی بیاہ اور سماجی زندگی میں ہونے والے خرچ کے بعد اندازاً کتنی رقم بچائی ہوگی۔ اگر اس ملازم کے اثاثے بچت کی رقم سے بہت زیادہ ہوں تو بات خاصی حد تک واضح ہو جاتی ہے۔

ان تمام احتیاطوں کو مدنظر رکھ کر ایجنٹ کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ اپنے طرز زندگی میں کوئی تبدیلی نہ لائے کیونکہ اس سے قابو میں آنے کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے۔ کسی ایجنٹ کو زیر دام لانے سے قبل، اس کے بارے میں تمام حقائق جمع کر کے اسے طے شدہ جگہ پر کسی محفوظ گھر یا مقام پر بات چیت کے لئے بلایا جاتا ہے۔ اگر ایجنٹ سے فوری ملنا ضروری ہو تو اس کی موجودگی چیک کرنے کے لئے ایک گمنام کال کی جاتی ہے اور ہاں یا نہ میں جواب سننے کے بعد فون بند کر دیا جاتا ہے۔ اس طرح کی اچانک ملاقات کسی سینما ہال، تھیٹر ہال، کسی آرٹ گیلری، عوامی بیت الخلاء، ہوٹل، ریسٹورنٹ، لاری اڈہ یا اس طرح کے دیگر مقامات پر کی جاتی ہے۔ لیکن یہ ملاقات باقاعدہ طے شدہ ہوتی ہے۔ اگر ایک ایجنٹ کی اس کے ملک کی سیکورٹی ایجنسی نگرانی کر رہی ہو تو ملاقات میں اور بھی احتیاط برتی جاتی ہے۔ ایسی ملاقات ''اچانک'' کسی لوکل بس میں بھی ہو سکتی ہے۔ ملاقات کو زیادہ محفوظ بنانے کے لئے ایجنٹ کی مرضی کے رہائشی علاقے کا انتخاب کیا جاتا ہے، جہاں ایجنٹ جاسوس کا کام شروع کرنے سے قبل اکثر جاتا رہا ہو۔ یہ شہر

پوری دنیا میں مستعمل ہے کچھ عرصہ پہلے کچھ حکومتوں نے ڈاک کو سنسر کرنا شروع کیا تھا لیکن کسی ملک کے لئے ممکن نہیں ہوتا کہ وہ ہر خط کو کھول کر اس کے مواد کا مطالعہ کرے اور اس نوع کے جاسوسی کے مواد کا مطالعہ ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہوتی۔ خاص طور پر کوڈ ورڈ میں لکھا ہوا خط تو بعض ماہرین کو بھی چکرا دیتا ہے کیونکہ کسی حساس معلومات کو کسی کوڈ ورڈ میں تحریر کرنے کے لئے کوئی سا بھی کوڈ تشکیل دیا جا سکتا ہے۔

جاسوسی کی دنیا میں ایک اور طریقہ پیغامات ٹیپ کرنے کا ہے جس میں خفیہ پیغامات ٹیپ ریکارڈر کے ذریعے ریکارڈ کر کے ان کی ٹیپ ایک جگہ سے دوسری جگہ آسانی سے پہنچائی جا سکتی ہے۔ اور پھر کیسٹ کے ذریعے کسی بھی اونچی فریکونسی پر گفتگو یا پیغام کو سنا جا سکتا ہے یہ پیغام کسی طے شدہ فریکونسی پر ریڈیو ٹیکنالوجی کے ذریعے بھی دیا جا سکتا ہے۔ بعض اوقات ایک لمبے پیغام کو مختصر ٹیپ میں بھی سمیٹا جا سکتا ہے اس سکریمبلنگ کے طریقے سے اب یہ ممکن ہو گیا ہے کہ دس منٹ کا پیغام دو سیکنڈ میں سمو لیا جائے۔ اس طرح کے پیغامات محفوظ طریقے سے اپنے ہی سفارت خانے کے ذریعے اپنے ملک میں بھیجے جا سکتے ہیں۔ کیونکہ سفارت خانوں کو ہائی ٹرانسمیشن ٹیکنالوجی نصب کرنے کی اجازت ہوتی ہے۔ پیغام رسانی کا ایک اور طریقہ سمگلنگ ہے کہ کسی سمگلر سے رابطہ کر کے جہاں وہ دیگر چیزیں سمگل کر رہا ہے وہاں وہ پیسے لے کر دستاویزات بھی سمگل کر دیے گا لیکن اس میں ایک زبردست خطرہ ہے کہ اگر سمگلر متعلقہ دستاویزات سمیت پکڑا گیا تو اس سے کسی ملک کا وقار داؤ پر لگ جاتا ہے۔ اس لئے یہ طریقہ ان حالات میں استعمال کیا جاتا ہے جب دیگر تمام طریقے ناکام ہو جائیں اور ابلاغ کے تمام راستے بند ہو جائیں۔

جوابی انٹیلی جنس:

جاسوسی یا سراغرسانی کے دوران جب ایک جاسوس پکڑا جاتا ہے تو یہ اصل میں جوابی جاسوسی کے نیٹ ورک کی وجہ سے ممکن ہوتا ہے۔ ''را'' جس ملک میں جاسوسی کروا

PakistaniPoint
www.pakistanipoint.com

سے باہر کوئی تفریح گاہ بھی ہو سکتی ہے۔ اور کسی ہوٹل کی لابی بھی۔ محفوظ مقام کی تلاش کے لئے ایجنٹ کو قبل ازیں تربیت دی گئی ہوتی ہے کہ نگرانی سے بچنے کے لئے اسے کون کون سے اقدامات کرنے چاہئیں۔ لیکن تمام تر احتیاطوں کے باوجود ایک اچھا نگرانی کرنے والا افسر اس طرح کے ایجنٹ کو بآسانی پکڑ سکتا ہے۔ ایسے موقعوں کے لئے ایجنٹ کے پاس ایسی جگہ موجود ہونے کا کوئی قطعی جواز ہونا چاہئے۔

کوئی ایجنٹ جب کہیں سے کوئی مواد حاصل کر لیتا ہے تو پھر فوری طور پر اسے ہیڈ کوارٹر تک پہنچانے کا مرحلہ درپیش ہوتا ہے۔ اس نوع کے ابلاغ کے لئے دو طریق کار اختیار کئے جاتے ہیں۔ ایک طریقہ تو یہ ہے کہ کاغذات کسی خاص جگہ پر رکھ دیئے جاتے ہیں اور ایجنٹ ان کے بارے دوسرے ایجنٹ کو بتا دیتا ہے کہ دستاویزات کہاں موجود ہیں؟ اس کا ایک آسان طریقہ کوریئر کا ہے۔ جس کے ذریعے دستاویزات ایک جگہ سے دوسری جگہ محفوظ طریقہ سے ارسال کی جا سکتی ہیں۔ کیونکہ کئی کوریئر کمپنی کے لئے یہ بات اہم نہیں ہوتی کہ کیا بھیجا جا رہا ہے اور بھیجنے والا کون ہے اور کس کو چیز بھیجی جا رہی ہے؟ کمپنی کوئی دستاویز بند پیکٹ کی صورت میں وصول کرتی ہے اور اسے طے شدہ وقت میں طے شدہ معاوضے کے تحت ایک جگہ سے انتہائی تیزی سے منزل مقصود پر پہنچا دیتی ہے لیکن جاسوسی میں یہ طریقہ صرف ایک مرتبہ استعمال کیا جا سکتا ہے اور اسے اس وقت استعمال کیا جاتا ہے جب دستاویزات کی نقل و حمل کے دیگر تمام طریقے ختم ہو جائیں اور اس کے سوا کوئی اور چارہ نہ ہو کہ کاغذات کوریئر کے ذریعے ہی بھیجے جائیں۔ کوریئر کے لئے کسی تاجر، صنعت کار، ایئر لائن کے کسی ملازم، کسی ایئر ہوسٹس کو استعمال کیا جا سکتا ہے۔ جس کے معمول میں بیرون ملک سفر شامل ہو۔ ایسے کوریئر کو صرف پیسے دے کر ہی اس کام کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے کیونکہ پیسے سے بہتر لالچ ان لوگوں کے لئے کوئی اور نہیں ہو سکتا۔

اوپر بیان کئے گئے طریقے کے علاوہ ایک اور طریقہ ڈاک کا طریقہ ہے جو کہ

پوری دنیا میں مستعمل ہے کچھ عرصہ پہلے کچھ حکومتوں نے ڈاک کو سنسر کرنا شروع کیا تھا لیکن کسی ملک کے لئے ممکن نہیں ہوتا کہ وہ ہر خط کو کھول کر اس کے مواد کا مطالعہ کرے اور اس نوع کے جاسوسی کے مواد کا مطالعہ ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہوتی۔ خاص طور پر کوڈ ورڈ میں لکھا ہوا خط تو بعض ماہرین کو بھی چکرا دیتا ہے کیونکہ کسی حساس معلومات کو کسی کوڈ ورڈ میں تحریر کرنے کے لئے کوئی سا بھی کوڈ تشکیل دیا جا سکتا ہے۔

جاسوسی کی دنیا میں ایک اور طریقہ پیغامات ٹیپ کرنے کا ہے جس میں خفیہ پیغامات ٹیپ ریکارڈز کے ذریعے ریکارڈ کر کے ان کی ٹیپ ایک جگہ سے دوسری جگہ آسانی سے پہنچائی جا سکتی ہے۔ اور پھر کیسٹ کے ذریعے کسی بھی اونچی فریکونسی پر گفتگو یا پیغام کو سنا جا سکتا ہے یہ پیغام کسی طے شدہ فریکونسی پر ریڈیو ٹیکنالوجی کے ذریعے بھی دیا جا سکتا ہے۔ بعض اوقات ایک لمبے پیغام کو مختصر ٹیپ میں بھی سمیٹا جا سکتا ہے اس سکریچنگ کے طریقے سے اب یہ ممکن ہو گیا ہے کہ دس منٹ کا پیغام دو سیکنڈ میں سمو لیا جائے۔ اس طرح کے پیغامات محفوظ طریقے سے اپنے ہی سفارت خانے کے ذریعے اپنے ملک میں بھیجے جا سکتے ہیں۔ کیونکہ سفارت خانوں کو ہائی ٹرانسمیشن ٹیکنالوجی نصب کرنے کی اجازت ہوتی ہے۔ پیغام رسانی کا ایک اور طریقہ سمگلنگ ہے کہ کسی سمگلر سے رابطہ کر کے جہاں وہ دیگر چیزیں سمگل کر رہا ہے وہاں وہ پیسے لے کر دستاویزات بھی سمگل کر دیے گا لیکن اس میں ایک زبردست خطرہ ہے کہ اگر سمگلر متعلقہ دستاویزات سمیت پکڑا گیا تو اس سے کسی ملک کا وقار داؤ پر لگ جاتا ہے۔ اس لئے یہ طریقہ ان حالات میں استعمال کیا جاتا ہے جب دیگر تمام طریقے ناکام ہو جائیں اور ابلاغ کے تمام راستے بند ہو جائیں۔

جوابی انٹیلی جنس:

جاسوسی یا سراغرسانی کے دوران جب ایک جاسوس پکڑا جاتا ہے تو یہ اصل میں جوابی جاسوسی کے نیٹ ورک کی وجہ سے ممکن ہوتا ہے۔ ''را'' جس ملک میں جاسوسی کروا

رہا ہوتا ہے اس ملک کی ایجنسیاں بھی اس سے باخبر ہوتی رہتی ہیں اور وہ ایسے جاسوسوں اور خاص طور پر ایجنٹوں کی تلاش میں رہتی ہیں۔ بھارت میں دیگر ملکوں کی جانب سے ہونے والی جاسوسی کارروائیوں کو روکنے کے لئے انٹیلی جنس بیورو ہمہ وقت چوکس رہتا ہے۔ دنیا کی زیادہ تر انٹیلی جنس ایجنسیوں کے مختلف شعبوں میں فارن انٹیلی جنس بھارت کی آئی بی کا حصہ ہے۔لیکن ''را'' میں بھی جوابی انٹیلی جنس کے لئے ایک باقاعدہ سیل قائم کیا گیا ہے تاکہ ''را'' کی اندرونی سیکورٹی کا تحفظ کیا جا سکے۔''را'' کے جوابی انٹیلی جنس سیل کے بارے میں ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ اس کے دانت نہیں ہیں۔یعنی اس سیل کے پاس کسی کو گرفتار کرنے یا کسی مشکوک فرد کو حراست میں لینے کے کوئی قانونی اختیارات نہیں ہیں۔ یہ اختیارات آئی بی کے پاس ہیں۔اس سسٹم کی وجہ سے ''را'' کے اندرونی نظام میں کوئی مداخلت نہیں ہوتی۔''را'' عام طور پر اپنے سیکورٹی انتظامات پر قانع رہتی ہے۔

یہاں پر ''را'' کے ایک غدار کا ذکر کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ یہ روی ناتھ سونی تھا جس کے بارے میں بیرونی دنیا کے اخبارات نے الزام عائد کیا کہ روی نے ''را'' سے غداری کی ہے یہ تیرہ دسمبر 1974ء کا واقعہ ہے۔اس کی تفصیل کچھ اس طرح سے ہے کہ روی ''را'' میں 1970ء میں آیا اور پھر اسے تربیت دے کر پاکستان ڈیسک پر ایڈیشنل ڈائریکٹر کے عہدے پر تعینات کر دیا گیا۔ ذرائع ابلاغ نے اس کے بارے میں یہ پراپیگنڈا کیا کہ میجر روی کو اصل میں سی آئی اے نے پلانٹ کیا ہے جبکہ ''را'' کے ذرائع کے مطابق یہ ایک بے بنیاد اور لغو کہانی ہے اور اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔

روی کے ساتھ ہوا یہ کہ اسے گردے کی مستقل تکلیف تھی اس نے اسٹیبلشمنٹ سے درخواست کی کہ اسے کینیڈا تعینات کر دیا جائے جہاں وہ اپنے گردے کی سرجری کروانا چاہتا تھا۔ روی کی خواہش کے مطابق اس کی ٹرانسفر نہیں کی گئی۔ اس دوران روی کی کچھ غیر ملکی خواتین کے ساتھ ملاقات کی خبر آئی بی کو ملی۔''را'' کے کسی افسر یا ملازم کو

پیشگی اجازت کے بغیر اس طرح کسی بھی غیر ملکی سے ملنے کی اجازت نہیں ہوتی اور اجازت کے بعد متعلقہ افسر یا ملازم اس ملاقات کی ضرورت اور تفصیل تحریری طور پر بتانے کا بھی پابند ہوتا ہے۔

روی نے اپنے افسر کے سامنے کسی غیر ملکی خاتون سے ملاقات سے صاف انکار کر دیا۔ جب اس کو تحریری جواب دینے کو کہا گیا تو روی نے اقرار کیا کہ ملاقات ہوئی تھی لیکن وہ ایک پرائیویٹ دوستانہ گپ شپ تھی۔ بعد ازاں روی نے چھٹی کی درخواست دی جسے قبول کر لیا گیا۔ روی نے انتہائی رازداری سے پہلے اپنے بیوی اور بچے کینیڈا بھجوائے اور پھر ایک دن خاموشی سے کینیڈا کے لئے پرواز کر گیا۔ جب اس کی رخصت ختم ہوئی تو ڈیپارٹمنٹ نے اسے واپسی کے لئے لکھا اور یہ بھی لکھا کہ اگر وہ واپس بھارت نہیں آتا تو پھر اس کو ملازمت سے برخواست کر دیا جائے گا۔ اس دوران اس نے کینیڈا میں مستقل شہریت کے لئے درخواست دی۔ جب روی نے کینیڈا میں ''را'' کی طرف سے لکھا جانے والا خط موصول کیا تو اس نے یہ خط کینیڈا کے اخبار ''ٹورنٹو سٹار'' کو دکھایا جس نے یہ خط شائع کر دیا۔ اس خط کی اشاعت سے امیگریشن ڈیپارٹمنٹ کا رویہ روی سے زیادہ ہمدردانہ ہو گیا اور انہوں نے روی اور اس کے خاندان کے تمام افراد کو کینیڈین شہریت دے دی۔ حالانکہ ''را'' نے بھارت میں کینیڈا کے سفارت خانے پر بہت زور ڈالا کہ روی کو کینیڈین شہریت نہ دی جائے۔ کیونکہ وہ کینیڈا کا بھگوڑا ہے لیکن کینیڈا کے امیگریشن ڈیپارٹمنٹ نے اپنے قوانین کی پاسداری کرتے ہوئے روی کو مستقل شہریت دے دی۔ روی ناتھ سونی کے بارے میں بعد کی اطلاعات کے مطابق وہ ابھی تک کینیڈا میں رہائش پذیر ہے۔

بھارت کے اندر آئی بی کا وجود اور اس کی کارروائیوں سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ بھارت میں دنیا بھر کی متعدد انٹیلی جنس ایجنسیاں کام کر رہی ہیں۔ آئی بی جو وقتاً فوقتاً ان کی کارروائی کے توڑ کے لئے اقدامات کرتا رہتا ہے۔ بھارت پر ہی موقوف

نہیں، دنیا کے تقریباً تمام بڑے اور اہم ملکوں میں متعدد سیکرٹ ایجنسیاں کام کر رہی ہوتی ہیں۔ اور اپنے اپنے ملکوں کو اپنے متعلقہ ملک کی سیاسی، معاشی اور خارجہ پالیسی کی صورتحال سے باخبر رکھتی ہیں۔ پاکستان کی بھارت میں خفیہ سرگرمیاں اس وقت منظر عام پر آئیں جب 9 نومبر 1979ء کو ایک بھارتی باشندے ٹیکہ رام کاشپ کو اس وقت گرفتار کر لیا گیا جب وہ مبینہ طور پر پاکستانی سفارت خانے کے ایک افسر انور احمد کو آرمی کمانڈرز کی کانفرنس کے ایک خفیہ اجلاس کی کارروائی حوالے کر رہا تھا۔ آئی بی نے ان جاسوسوں کو گرفتار کر لیا۔ دنیا کی دیگر ایجنسیوں کی طرح ان کا طریقہ کار بھی سادہ ہے۔ کسی جاسوس کو پکڑنے کے لئے اس کے ساتھ ڈیل کی جاتی ہے اور کچھ کاغذات اس کے حوالے کئے جاتے ہیں۔ اگر وہ کاغذات منزل مقصود تک پہنچا دے تو پھر اس کی کڑی نگرانی کی جاتی ہے کیونکہ اس سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ متعلقہ جاسوس کسی ایجنسی کے لئے کام کر رہا ہے۔

بعض اوقات ایسا شکار پھانسنے کے لئے پھندا خود تیار کیا جاتا ہے۔ اور یہ پھندا وہ کاغذات ہوتے ہیں جو متعلقہ جاسوس حاصل کرنا چاہتا ہے۔ کاغذات متعلقہ جگہ سے اڑانے کے لئے اسے مکمل پرسکون ماحول مہیا کیا جاتا ہے۔ اس کو آسانیاں فراہم کرتے ہوئے اس کی کڑی نگرانی کی جاتی ہے اور جب متعلقہ جاسوس وہ دانہ (کاغذات) چگ لیتا ہے تو اس کی گرفتاری کے لئے آپریشن کا آغاز کیا جاتا ہے اور اسے رنگے ہاتھوں گرفتار کر لیا جاتا ہے۔ جس طرح کہ ٹیکہ رام کے کیس میں ہوا۔ ٹیکہ رام کی بھی کڑی نگرانی کی جا رہی تھی کیونکہ دیکھا یہ گیا تھا کہ اس نے بے تحاشا اخراجات شروع کر دیئے تھے جو کہ اس کی تنخواہ سے کئی گناہ زیادہ تھے۔ جس پر آئی بی کو شک پڑا اور اس کی نگرانی کا آغاز کر دیا گیا۔ یہ اصل میں اعصاب کا کھیل ہوتا ہے۔

اسی طرح کا ایک اور کیس بھی منظر عام پر آیا جو کہ ایک نیوز ایجنسی یو این آئی نے رپورٹ کیا۔ اس کیس میں پاکستان کو حساس نوعیت کی دفاعی معلومات مہیا کرنے میں

بھارتی مسلح افواج کے لوگ شامل تھے جن میں سے اٹھائیس کمیشنڈ افسر تھے۔ اس کیس کے نتیجے میں تین پاکستانی ایجنٹ گرفتار کر لئے گئے۔ جو بھارت میں سراغرسانی اور خفیہ معلومات جمع کرنے اور پاکستان کے حوالے کرنے کے کاروبار میں ملوث تھے۔ یہ کیس حال ہی میں ہوا تاہم اس کی تفصیلات معلوم نہیں ہوسکیں۔ ایک بات جو کھل کر سامنے آئی ہے، وہ یہ کہ پاکستانی انٹیلی جنس ایجنسی بھارتی ایجنسی کے مقابلے میں بہت تیز اور ہوشیار ہے۔ یہ کیس جسے اخبارات میں 'سمبا کیس' کے نام سے شہرت ملی شائد بھارت کی جاسوسی کی تاریخ کا سب سے بڑا کیس تھا جس میں اتنا بڑا نیٹ ورک پکڑا گیا۔ گزشتہ چند سالوں میں سی آئی اے اور کے جی بی کے متعدد ایجنٹ بھی بھارت میں رنگے ہاتھوں پکڑے گئے ہیں۔

غلط معلومات کی فراہمی:

خفیہ ایجنسیوں کی ایک اور معروف اصطلاح ''ڈس انفارمیشن'' ہے۔ اسے خفیہ دنیا میں کئی ناموں سے پکارا جاتا ہے۔ اسے رائے عامہ کو گمراہ کرنے یا اس کا رخ موڑنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ جنگ کے دنوں میں ڈس انفارمیشن کا مقصد فوجی مقاصد کا حصول ہوتا ہے جس سے ملک کو فائدہ پہنچایا جاتا ہے۔ زمانہ امن میں بھی اس کو استعمال کیا جاتا ہے۔ سادہ لفظوں میں یہ مکاری اور دھوکہ دہی کا کھیل ہے۔ دشمن ملک میں معلومات کی ترسیل کی جاتی ہے تاکہ اس کے مفادات کو زک پہنچائی جاسکے۔ اس کا اہم مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگوں کو اس طرح غلط معلومات دی جائیں کہ ان کا مورال گر جائے اور اس سے آپ جو مقاصد حاصل کرنا چاہ رہے ہیں، لوگ اسی طرح سوچنا شروع کر دیں۔ اس میں یہ طریقہ اختیار کیا جاتا ہے کہ صحافیوں، سیاستدانوں اور اس نوع کے دیگر افراد کو استعمال کر کے سفارت خانے یا اہم سیاسی شخصیات کے ذریعے ایسی رپورٹیں، خبریں، فیچر، کالم یا تحقیقی سٹوریز شائع کرائی جاتی ہیں یا بیانات دلوائے جاتے ہیں جن سے مطلوبہ مقاصد حاصل ہوتے ہیں۔

www.pakistanipoint.com

ڈس انفارمیشن کی سب سے بڑی اور موثر مثال بنگلہ دیش کے آپریشن میں دیکھنے میں آتی ہے۔ مغربی انٹیلی جنس کے ذرائع کے مطابق بھارت کی مسلح افواج اس قابل نہ تھیں کہ وہ اتنی سرعت سے پیش قدمی کرسکتیں اور نہ ہی مطلوبہ جگہ پر بھارت کے قابل ذکر تعداد میں دستے موجود تھے۔ یہ غلط تجزیہ پاکستان تک پہنچایا گیا۔ درحقیقت بھارتی دستے شمال مشرقی سرحد کی جانب چل پڑے تھے۔ حملہ آور فوجیں عقبی حصے سے متعلقہ علاقوں کی جانب پیش قدمی کر رہی تھیں۔ یہ افواج دور دراز علاقوں مثلاً جھانسی، بابینا، حیدرآباد اور بنگلور میں مقیم تھیں۔ فوج کی نقل وحرکت کی رکاوٹ اپنی جگہ تھی سب سے بڑا مسئلہ سکیورٹی کا تھا۔ اس نقل وحرکت کے بارے میں صرف ایک لفظ کا منظر عام پر آنا بھی نقصان دہ ہوتا ہے۔

منصوبہ ساز اس خطرے سے پوری طرح آگاہ تھے کہ بھارت جیسے کھلے معاشرے میں کوئی راز اس طرح محفوظ رکھنا مشکل کام ہے یا کم از کم اتنے بڑے پیمانے پر فوجوں کی نقل وحرکت کو خفیہ نہیں رکھا جا سکتا۔ دفاعی پوزیشنوں کو خفیہ رکھنے یا کم از کم ریزرو فوجوں کی پوزیشن کو خفیہ رکھنے کے لئے یہ فیصلہ کیا گیا کہ ظاہری طور پر فوجوں کو ٹریننگ کے علاقوں میں اتار دیا جائے۔ اور فوجی مشقیں شروع کر دی جائیں اور جب جنگ کا آغاز ہو تو انہیں محاذ جنگ پر بھیج دیا جائے۔ اس تجویز سے مانک شاہ نے اتفاق نہیں کیا۔ انہوں نے کہا کہ میں اس خیالی اڑان کو پسند نہیں کرتا۔ یہ ایک دور کوڑی لانے کے مترادف ہے۔ آپ کو اس امر کا احساس ہونا چاہئے کہ میری فوج جرمنی کی فوج کا پینزر ڈویژن نہیں ہے۔ ان کی نقل وحرکت پر وقت صرف ہوتا ہے۔

بھارتی مسلح افواج نے دن کی روشنی میں متعلقہ علاقوں کی جانب پیش قدمی کا آغاز کیا۔ افواج کی منزل مقصود کو چھپانے کے لئے تمام تر طریقے اختیار کئے گئے۔ مختلف رپورٹیں شائع کروائی گئیں، معروف راستوں سے ہٹ کر پڑاؤ کیا گیا۔ مبصرین کو دھوکہ دینے کے لئے فوج نے اپنے نشانات تبدیل کئے۔ فوجیوں کی یونیفارم پر بھی فوجی

www.pakistanipoint.com

نشانات کو تبدیل کیا گیا۔ نشانات والی جگہوں پر نئے نمبر لگائے گئے۔

اس سے مبصروں کو بعض اوقات دھوکہ دے کر کچھ وقت کے لئے خاموش کیا جا سکتا ہے۔ ''را'' نے بہت سے مغربی مبصروں کو جھوٹ غلط بیانی اور غلط اعداد و شمار پر مبنی رپورٹیں مہیا کیں جن کا جنگی تیاریوں، نقل و حرکت سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ جن پر مغربی مبصر گمراہ ہوئے اور انہوں نے ایسے تجزیے کئے جس کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔

پاکستان کے انٹیلی جنس ادارے کچھ عرصے کے لئے فوج کی ایک کثیر تعداد کی نقل و حرکت سے بے خبر رہے۔ تاہم بعد کے مرحلے میں وہ ان کی نقل و حرکت معلوم کرنے میں کامیاب ہو گئے لیکن اس وقت تک بھارت اپنے مقاصد حاصل کر چکا تھا۔

ڈس انفارمیشن کی سیریز میں چین کی ڈس انفارمیشن کی مثال بھی بڑی زبردست ہے کہ چین کو نگاہ میں رکھنے والوں کو چین یہ یقین دلانے میں کامیاب رہا کہ وہ میزائل پر تجربات نہیں کر رہا۔ پھر ایک دن چین نے اپنا میزائل سسٹم مکمل کر لیا اور سمندر میں اپنا آخری میزائل فائر کر دیا۔

خصوصی آپریشن:

''را'' کے اندر خصوصی آپریشن اور خصوصی سراغرسانی کرنے والا ایک سیل علیحدہ سے قائم ہے جو سراغرسانی سے ہٹ کر بہت سے گندے کاموں میں ملوث ہے ان میں سے ایک خفیہ فوجی یونٹ (hush hush outfits) ہے جس کے بارے میں شائد ہی کبھی کسی نے سنا ہو۔ یہ یونٹ آفس آف دی سپیشل آپریشن (او ایس او) کے تحت کام کرتا ہے جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے (او ایس او) خصوصی آپریشن کرنے کا ذمہ دار ہوتا ہے، جو لوگ اس گروپ میں بھرتی کئے جاتے ہیں، انہیں تربیت کے کڑے مراحل اور تنگ ناؤں سے گزارا جاتا ہے اور مختلف طرح کے آپریشن میں کامیابی حاصل کرنے والی مختلف تربیتوں کی بھٹی میں اسے گلایا جاتا ہے۔

www.pakistanipoint.com

کسی بھی طرح کی سراغرسانی زمینی حقائق کے بارے معلومات اکٹھی کئے بغیر کامیابی سے ہمکنار نہیں ہوسکتی۔ ایس او ایس روایتی سراغرسانی میں اس بنیادی اصول کی پابندی کرتا ہے۔ لیکن روایتی سراغرسانی سے ہٹ کر ایس او ایس کے مختلف مقامات پر ظاہر ہونے کے امکانات بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ اس طرح خطرات کی شرح بڑھ جاتی ہے۔ کسی آپریشن میں ناکامی کی صورت میں اور اس کا عوام کو پتہ چلنے کی صورت میں (اگلا باب ملاحظہ فرمائیں) ''را'' کے لئے بہت زیادہ پریشانی کی صورتحال پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ ایک ایسا خطرہ ہے جو او ایس او کو مول لینا پڑتا ہے۔ ''را'' اس معاملے میں خوش قسمت رہا ہے کہ جو دو آپریشن عوام کے سامنے آئے۔

ان میں ایک بنگلہ دیش اور دوسرا سکم کا آپریشن تھا۔ ''را'' کی خوش قسمتی یہ رہی کہ اس نے دونوں آپریشنوں میں معلومات کے حصول کے طریق کار میں طلباء، مذہبی راہنماؤں، تارکین وطن اور مزدوروں کو استعمال کیا جس سے عوامی ضمیر ''را'' سے ناراض نہ ہوا۔ او ایس او کسی آپریشن کو ایک طویل عرصے تک عوام ی نظروں سے بچائے رکھنا چاہتا ہے۔ اس کے لئے وہ آپریشن کو غیر سرکاری سطح پر رکھتا ہے۔ او ایس او کا زیادہ زور اس بات پر ہوتا ہے کہ تیاری مکمل رکھی جائے اور منصوبہ بندی کی تشکیل اس طرح کی جائے کہ آپریشن کو ایک انتہائی مناسب وقت میں پایہ تکمیل تک پہنچایا جائے۔ کسی غداری کی صورت میں او ایس او مختلف تنظیموں کے مابین رابطے کا کام کرتا ہے اور انہیں ذرائع مہیا کرتا ہے۔ ایسا کرنے کے لئے او ایس او آڑ میں کام کرتا ہے۔ اس کے تمام آپریشنز دشمن کے علاقہ میں کرنے والی قانونی تنظیموں، امدادی تنظیموں کی آڑ میں مکمل ہوتے ہیں۔ او ایس او کو فراہم کی جانے والی آڑ کسی بھی قسم کی ہوسکتی ہے۔ یہ کوئی ٹریول ایجنسی یا کسی چھوٹے پیمانے پر قائم کیا گیا ایکسپورٹ ہاؤس یا بزنس بھی ہوسکتا ہے۔

آپریشن کے لئے منتخب کی جانے والی تنظیم کا انحصار آپریشن کی نوعیت پر ہوتا ہے۔ اس کے لئے پس پردہ یہ نظریہ کارفرما ہوتا ہے کہ جب تک آپریشن کامیابی سے مکمل نہیں ہو

جاتا اسے صیغہ راز میں رکھا جائے۔ کچھ صورتوں میں جبکہ آڑ جوں کی توں رہتی ہے تو سراغرساں اس آڑ میں اپنے کام میں مصروف رہتے ہیں۔

او ایس او اس صورت میں اپنا آپریشن شروع کر دیتی ہے جب کسی ملک سے سیاسی سطح پر بات چیت ناکام ہو جائے جب کوئی متبادل نظر نہ آئے تو ایک چھوٹی جنگ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہوتا۔ خفیہ سرگرمی ایک چھوٹی برائی ہے اور یہ جنگ سے بہتر ہے۔

www.pakistanipoint.com

باب 4

خفیہ فوجی یونٹ

کسی خفیہ سرگرمی کا علاقہ جس کے بارے میں شائد ہی کبھی بات کی جاتی ہو، یہ نہ صرف انٹیلی جنس ایجنسیوں کا خصوصی آپریشن کا علاقہ ہوتا ہے بلکہ یہ اس تنظیم کے تحت آنے والے مختلف شعبوں کا بھی علاقہ بن جاتا ہے۔ ان میں سے ایک شعبہ نام نہاد خفیہ فوجی یونٹ کا ہے۔ یہ اس یونٹ کا نام نہیں ہے صرف قارئین کی تفہیم کے لئے اسے یہ نام دیا گیا ہے۔ ''را'' کی عام سرگرمیوں اور اس کے ڈھانچے پر پہلے ہی اخفاء کا پردہ پڑا ہوا ہے اور ایک عام بھارتی کے ذہن میں ''را'' کی ایک مسخ شدہ تصویر ہے۔ یہ تصویر زیادہ تر کہانیوں، افسانوں اور ''را'' کے بارے میں عام گپ شپ سے لوگوں تک پہنچی ہے۔

گہرائی میں جانے سے پہلے ہم ایک اور ادارے کی بات کرتے ہیں جو زیادہ خفیہ نہیں ہے۔ یہ ہے شملہ میں آل انڈیا ریڈیو کی مانیٹرنگ سروس، یہ سروس دنیا بھر کی ریڈیو نشریات مانیٹر کرتی ہے (سنتی ہے اور ریکارڈ کرتی ہے) اور اس کا سارا ریکارڈ طلب کرنے پر حکومت کو پیش کرتی ہے۔ ''را'' بھی آل انڈیا سروس کی مانیٹرنگ کا تمام ریکارڈ منگواتی ہے۔ آل انڈیا ریڈیو سروس مختلف مہموں میں ''را'' کے شانہ بشانہ کام کر رہی

''را'' کی بانی اندرا گاندھی

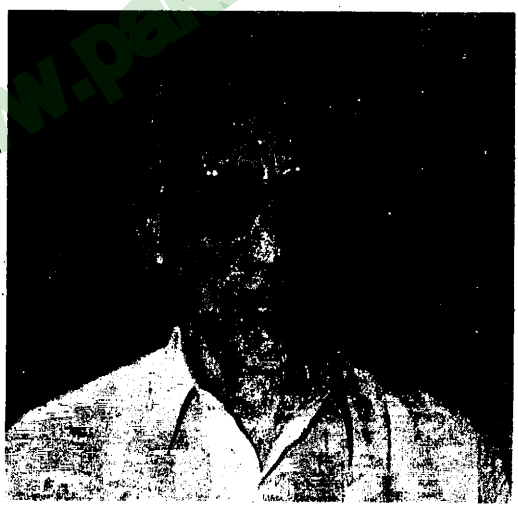

''را'' کے پہلے سربراہ رامیش ورناتھ کاؤ (آر این کاؤ)

www.pakistanipoint.com

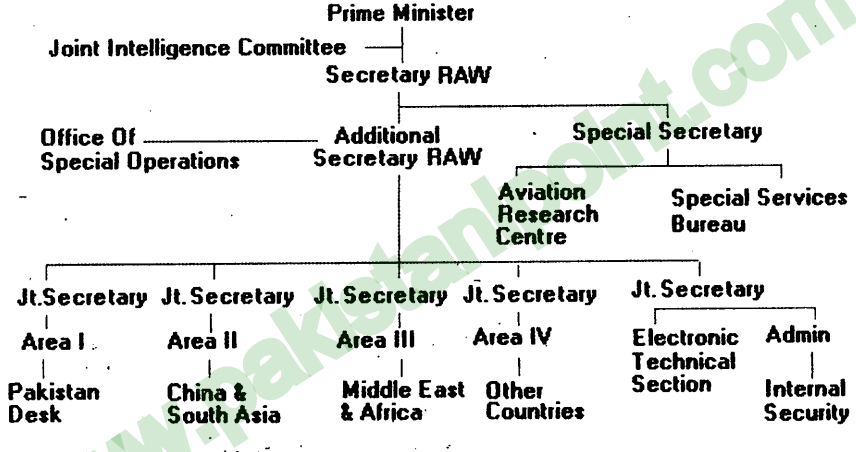

بھارتی خفیہ ایجنسی کا اسٹرکچر

www.pakistanipoint.com

ہوسکتا ہے کہ یہ تعاون کچھ عجیب لگے۔ لیکن انٹیلی جنس کی دنیا میں یہ کوئی نیا یا انوکھا کام نہیں ہے، مثال کے طور پر بی بی سی (برٹش براڈ کاسٹنگ کارپوریشن) مانیٹرنگ سروس ایک ایسا سیکشن ہے، جس کے پس منظر میں ایک ہی کثیر القوی کوشش نظر آتی ہے کہ تمام دنیا سے نشر ہونے والی چیزوں کو مانیٹر کیا جائے جو کہ اخبارات اور عام لوگوں کے لئے کھلے عام دستیاب ہوتی ہیں۔ 1948ء میں امریکی سنٹرل انٹیلی جنس ایجنسی کے ساتھ ایک معاہدے میں یہ طے پایا کہ دو ادارے بی بی سی اور سی آئی اے عالمی اہمیت کی خبریں اور دیگر نشریاتی پروگرام مانیٹر کریں گے۔ اس معاہدے کے تحت بی بی سی اور سی آئی اے کے سٹیشن کا دنیا بھر میں نیٹ ورک موجود ہے۔ یہ نیٹ ورک کہیں خفیہ، کہیں نیم خفیہ، اور کہیں کھلے عام معلومات کے حصول کے لئے کام کر رہے ہیں۔

بی بی سی کی کنٹرولنگ اتھارٹی جاسوسی کی اس سروس کے بارے میں لاعلم تھی یا جانتی تھی۔ یہ بات تھوڑے شبہے سے کہی جا سکتی ہے کہ ان اداروں کے قیام کے مقاصد میں ہی مانیٹرنگ کا کام شامل تھا۔ دوسری عالمی جنگ سے قبل، پہلے پہل یہ سروس عارضی طور پر قائم کی گئی۔ بعد ازاں جنگ کے پھیلاؤ کے ساتھ ہی تیز رفتاری سے اس نظام کو وسیع کیا گیا تا کہ سیاسی جنگ کی ضروریات کو پورا کیا جا سکے۔ انہوں نے نازیوں کی بھی مانیٹرنگ کی اور دیگر نیوز ایجنسیوں کی مانیٹرنگ بھی کی جیسا کہ آج بھی یہ سب کیا جا رہا ہے۔ اس مانیٹرنگ کی ایک خاص اہمیت ہے۔ مانیٹرنگ کا کام پراپیگنڈا کرنے والوں کو مدد دیتا ہے کہ متعلقہ مواد کی تشریح اور توضیح کر کے اس پر ہونے والے فیصلوں اور منطقی نتیجوں کو واقعات کی صورت میں رونما ہونے سے قبل ہی خبر کی صورت میں افشاء کر دے۔ کسی جامع، موثر اور تیز ترین مانیٹرنگ سروس کا فائدہ کسی پراپیگنڈا سٹیشن کو جو سکتا ہے کہ وہ آج کے جدید دور میں کم نہیں ہے اس نوع کی سرگرمیاں آج تک جاری ہیں*۔

مانیٹرنگ سروس کا حساس ترین نکتہ سفارت خانوں اور قونصل خانوں کے پیغامات

کی مانیٹرنگ کرنا رہا ہے۔ را کا دعویٰ ہے کہ بھارت میں صرف بی بی سی اکیلی ہی اس کاروبار میں ملوث نہیں ہے۔ سفارت خانوں کے اوپر لگے مستول اور ڈش انٹینا اپنی الگ کہانی سناتے ہیں۔ اگرچہ انہیں سفارت خانے کے امور کے پیغامات وصول کرنے اور انہیں نشر کرنے کا اختیار ہوتا ہے لیکن یہ سسٹم خفیہ پیغام رسانی کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے اگرچہ یہ روزمرہ کا معمول نہیں ہے اور بہت سے سفارت خانوں کے سربراہ اس کام سے کراہت محسوس کرتے ہیں۔

آل انڈیا ریڈیو (اے آئی آر):

آل انڈیا ریڈیو براہ راست معلومات (انٹیلی جنس) اکٹھی کرنے میں ملوث نہیں ہے۔ نہ ہی اس کی شہرت یہ ہے کہ یہ سی آئی اے اور بی بی سی کی طرز پر معلومات اکٹھی کرنے کے انتظامات اس کے پاس ہیں۔ آل انڈیا ریڈیو کو بعض اوقات خاص موقعوں اور خاص پروگراموں کی مانیٹرنگ کے لئے ''را'' کی طرف سے ہدایات دی جاتی ہیں۔ آل انڈیا ریڈیو بعض ملکوں کی سروس ریکارڈ کر کے ''را'' کو فراہم کرتا ہے اور ''را'' اس میں سے اپنی دلچسپی کی سروس کو مانیٹر کرتا ہے۔ آل انڈیا ریڈیو کی سروس فوج کے آپریشن کے دنوں میں استعمال کی جاتی ہے۔ اس کی ایک کلاسیکل مثال وہ نفسیاتی جنگ ہے جو کہ ڈھاکہ کی مہم کے دوران آل انڈیا ریڈیو نے کی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عام نشریات بھی انٹیلی جنس کے مقاصد کے لئے موثر طور پر استعمال کی جاتی ہیں۔

پاک بھارت جنگ کے آخری مرحلے میں جنرل مانک شاہ کی طرف سے ایک ذاتی بیان آل انڈیا ریڈیو نے نشر کیا۔ مانک شاہ کا پیغام جو کہ پاکستان کے فوجی افسروں اور جوانوں کے لئے پیش کیا گیا وہ اس طرح تھا۔ ''قبل ازیں..... میں آپ کو دو پیغام ارسال کر چکا ہوں لیکن مجھے اس بارے آپ کی طرف سے کوئی جوابی ردعمل نہیں ملا۔ میں اپنا پیغام دوبارہ دہرانا چاہتا ہوں کہ مزاحمت جاری رکھنا بے عقلی ہے اور مزاحمت جاری رکھنے کا مطلب آپ کی قیادت میں مزید بے چارے سپاہیوں کی موت ہے جو کہ

غیر ضروری ہے۔'' پیغام میں انہیں بس یہ کہا گیا کہ اس سے پہلے کہ دیر ہو جائے۔ ہتھیار پھینک دیئے جائیں پیغام میں انتباہ کیا گیا۔

''بھارتی افواج تمہارے چاروں طرف پہنچ چکی ہیں۔ تمہاری فضائیہ کو مکمل طور پر تباہ کر دیا گیا ہے۔ تمہیں سمندر کی طرف سے بھی کمک کی کوئی امید نہیں۔ تمہیں مدد پہنچانے کے لئے کوئی بھی تم تک نہیں پہنچ سکتا۔ جو ظلم تم نے کیا ہے۔ اس کا بدلہ لینے کے لئے مکتی باہنی اور عوام تیار ہو چکے ہیں۔ تم جان کیوں گنواتے ہو؟ کیا تم اپنے گھر اپنے بچوں میں واپس نہیں جانا چاہتے؟ وقت ضائع مت کرو؟ ایک فوجی کے لئے ہتھیار ڈالنا کوئی بے عزتی کی بات نہیں ہے۔''

وہ مواقع جہاں آرمی اور پراپیگنڈا کرنے والے پراپیگنڈا کے ذریعے کوئی خاص مقاصد حاصل کرتے ہیں۔ یہ ان موقعوں میں سے ایک موقع تھا۔ آل انڈیا ریڈیو نے ایک ہتھیار کے طور پر عام نشریات کی مانیٹرنگ کا کام جاری رکھا۔ جنگ کے دنوں میں زیادہ تر نشریات پاکستان، چین، بنگلہ دیش اور افغانستان کی مانیٹرنگ کی گئیں۔ انٹرنیشنل کنونشن کے مطابق میڈیا تعلیم دینے باخبر کرنے تفریح مہیا کرنے اور رائے عامہ ہموار کرنے کے لئے استعمال کیا جائے گا۔ دیکھنے میں یہ آیا ہے کہ میڈیا کو متعدد ممالک نے ڈس انفارمیشن کے لئے بھی استعمال کیا۔ تاکہ ممالک اپنے طے شدہ مقاصد حاصل کر سکیں۔ حالیہ دنوں میں افغانستان کے صدر ببرک کارمل نے بی بی سی پر تبصرے کرتے ہوئے کہا ہے کہ ''بی بی سی دنیا میں جھوٹ بولنے کی سب سے بڑی مشین ہے۔'' انہوں نے یہ بیان اس وقت ایک پریس کانفرنس میں دیا۔ جب روسی افواج افغانستان میں داخل ہوئیں۔

مختلف شعبے:

الیکٹرانک ٹیکنیکل سیکشن را کا ایک حساس سیکشن ہے جو فوج کی کوڈ پر مبنی گفتگو ریکارڈ (مانیٹر) کرتا ہے۔ یہ زیادہ تر ان ہمسایہ ممالک کی کوڈ پر مبنی گفتگو ریکارڈ کرتا ہے۔ جو

بالواسطہ یا بلاواسطہ بھارت کی سیکورٹی کو متاثر کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ یہ ادارے انتہائی تجربہ کار افراد پر مشتمل ہیں اور اس کے پاس کروڑوں روپے مالیت کے آلات ہیں۔ اس ادارے کے بارے میں شاید ہی اسٹیبلشمنٹ میں کبھی کسی نے زبان کھولی ہو۔

ایوی ایشن ریسرچ سنٹر (اے آر سی):

ایوی ایشن ریسرچ سنٹر شہری ہوا بازی سے متعلقہ تنظیم ہے۔ اس کے فرائض بھی تھوڑے سے فرق کے ساتھ ای ٹی ایس سے مشابہت رکھتے ہیں۔ اس کے کام کی نوعیت فوج کے کام سے ملتی جلتی ہے۔ اس کا بنیادی کام فوج کی زمین پر ہونے والی تمام نقل و حرکت کا ریکارڈ رکھنا ہے۔ یہ دنیا بھر میں ہونے والی فوجی نقل و حرکت کو نگاہ میں رکھتی ہے۔ یہ شعبہ اس مقصد کے لئے جدید ترین نوعیت کے آلات استعمال کرتا ہے۔ مثلاً یو-ٹو طیاروں اور سیٹلائٹ کا استعمال وغیرہ اے آر سی دشمن ملکوں کی فضائی فوٹوگرافی کر کے ''را'' کو مہیا کرتا ہے۔ یہ دو شعبے یعنی ای ٹی ایس اور اے آر سی ''را'' کے بجٹ کا ایک بہت بڑا حصہ صرف کرتے ہیں۔ انٹیلی جنس کے شعبے میں ٹیکنالوجی کا استعمال ایک اچھا اشارہ ہے۔

سپیشل سروسز بیورو (ایس ایس بی):

سپیشل سروسز بیورو چین کے ساتھ جنگ کے فوری بعد تشکیل دیا گیا۔ یہ ان دنوں شاید ''را'' کا واحد شعبہ تھا جو پورے ملک میں متحرک تھا۔ اس کی سرگرمیوں کا دائرہ کار ملک سے باہر متعین تھا۔ بھارت کی تمام تر سرحدوں پر پھیلے ہوئے ایس ایس بی کے یونٹوں نے سرحدی پٹی پر پھیلے لوگوں کو ہلکے ہتھیاروں کا استعمال اور معلومات اکٹھی کرنے کے طریقے سکھائے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ جنگ کے دنوں کے لئے لوگوں کی اس طرح تربیت کی جائے کہ وہ اپنا دفاع خود کر سکیں اور اس کے ساتھ ساتھ وہ ایس ایس بی کے جوانوں کے ساتھ سرحد عبور کر کے دشمن ملک پر حملہ کر سکیں اور ایس ایس بی

www.pakistanipoint.com

کے عقب میں ایک مضبوط دفاعی لائن کا کردار بھی ادا کر سکیں۔ عام طور پر پاکستان اور بھارت کے بارڈر کے لوگ ایک دوسرے سے شکل و شباہت اور کلچر میں بڑی مشابہت رکھتے ہیں۔ چنانچہ انہیں جاسوسی کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ ایس ایس بی اے آر سی کی طرح ڈائریکٹر جنرل سکیورٹی کے تحت کام کرتا ہے جبکہ ای ٹی ایس ایک مختلف شعبے کی حیثیت سے ایڈیشنل ڈائریکٹر کے تحت کام کرتا ہے۔ یہ تینوں شعبے ''را'' کے ڈائریکٹر کے براہ راست کنٹرول میں ہیں۔

لوگوں کی ٹوہ میں رہنا:

جوابی سراغرسانی سے ہٹ کر عام طور پر انٹیلی جنس ادارے اس چیز سے انکار کرتے ہیں کہ وہ لوگوں کی ٹوہ میں رہتے ہیں۔ لوگوں کی ٹوہ میں رہنے کا عمل اندرون ملک کی بجائے بیرون ملک بڑے ممالک کے دارالحکومتوں میں ہوتا ہے۔ آرٹ بچ ولر نے انٹرنیشنل ہیرلڈ ٹرائبیون کی ستمبر 1979ء کی اشاعت میں ایک دلچسپ تصویر پیش کی۔ آرٹ بچ لکھتا ہے کہ نیویارک کے علاقے میں اقوام متحدہ کے سفیروں کے ٹیلی فون مانیٹر کرنے کے لئے آلات نصب کرنا ایک عام سی بات ہے۔ اصل میں اقوام متحدہ میں کسی ملک کی حیثیت اس بات کا تعین کرتی ہے کہ ایک فارن ایجنٹ ٹیلی فون گفتگو سننے کے لئے خفیہ جاسوسی آلات کی تنصیب کے لئے کتنی دردسری لیتا ہے۔

www.pakistanipoint.com

باب 5

سپیشل آپریشن..... بنگلہ دیش

دنیا کے کسی دوسرے حصے میں ہونے والا واقعہ بعض اوقات ایک ملک کے امن عامہ اور سیکورٹی کے لئے ایک خطرہ بن جاتا ہے۔ بعض واقعات جو نہایت معمولی ہیں لیکن وہ اچانک بعض ممالک کے لئے ایک سنگین خطرے بن کر سامنے آتے ہیں۔ اگر ان معمولی واقعات کو نظرانداز کر دیا جائے تو یہ بہت سی تباہی لے آتے ہیں۔ بعض اوقات ایسے واقعات کو روکنے کے لئے یا رونما ہونے پر ان کے خلاف کوئی براہ راست کارروائی نہیں کی جا سکتی۔ کیونکہ بیسویں صدی کی دنیا ایک مہذب دنیا ہے۔ اس صورتحال میں سیاسی گفت وشنید ہی اس کا حل ہوتی ہے اور جب یہ گفت وشنید معلق ہو جائے تو پھر یہ سارا کھیل مختلف ملکوں کی انٹیلی جنس ایجنسیوں کے ہاتھوں میں چلا جاتا ہے۔ بنگلہ دیش اس کی ایک واضح مثال ہے۔

عام طور پر اس طرح کے کیس یعنی فارن انٹیلی جنس آپریشن کبھی بھی منظر عام پر نہیں آتے۔ آپریشن کی نوعیت کے پیش نظر ایسے آپریشن کو خفیہ ایجنسی کے اندر بھی خفیہ رکھا جاتا ہے۔ اس آپریشن کے دوران اٹھائے جانے والے اقدامات اس وقت ظاہر ہوتے ہیں جب اگر یہ آپریشن ناکام ہو جائیں اور اس میں کامیابی کے حصول کے بعد کبھی اس پر بات نہیں کی جاتی یا کم از کم عوام سے اسے چھپایا جاتا ہے۔ لیکن بعض

اوقات ایسے آپریشن کے بارے میں عوام کو بتانا فائدہ مند بھی ہوتا ہے۔ خاص طور پر ایسے آپریشن جن کے بارے میں عوام میں بہت زیادہ شکوک وشبہات، قیاس آرائیاں اور افواہیں پائی جاتی ہوں۔

بنگلہ دیش آپریشن:

بنگلہ دیش آپریشن کا کوئی کوڈ نام نہ تھا۔ اسے پورے آپریشن کے دوران آپریشن کے نام سے ہی پکارا گیا۔ یہ آپریشن خفیہ طور پر جاری تھا۔ لیکن اسے ایک سال قبل شروع کرنا پڑا۔ حتیٰ کہ جب دنیا کو مکتی باہنی کی صورت میں اس بارے میں خبر ہوئی تو دنیا کے بہت سے ممالک اور عوام اس سے بے خبر تھے کہ اس کے پیچھے ''را'' کا ہاتھ ہے۔ اس وقت آپریشن کا پہلا مرحلہ بخیر وخوبی مکمل ہو چکا تھا۔ غیر ملکی مبصرین نے بھارتی مسلح افواج کے کارناموں کا دوسری عالمی جنگ میں جرمنی کے تیز رفتار دستوں سے موازنہ کیا۔ لندن کے سنڈے ٹائمز نے بارہ دسمبر کی اشاعت میں لکھا ''بھارتی مسلح افواج صرف بارہ دن میں راستے میں آنے والی ہر چیز کو روندتے ہوئے جس طرح ڈھاکہ پہنچی اس کارنامے نے جرمن فوجوں کی یاد تازہ کر دی۔ جب وہ 1940ء میں فرانس پہنچیں تھیں۔ (جرمنوں نے ایک دفاعی تکنیک ایجاد کی تھی کہ فوجوں کی ایک بھاری تعداد انتہائی برق رفتاری سے حملہ کر دیتی اور یہ حملے لگاتار اور تابڑ توڑ ہوتے ہیں۔) بھارتی فوج کی بھی یہی حکمت عملی تھی۔ تیز رفتار اور تباہ کن۔ بھارتی فوج کے بارے میں ایک عام خیال آج تک یہی ہے کہ مسلح افواج نے تن تنہا یہ کارنامہ انجام دیا۔ اگرچہ یہ درست ہے کہ بھارتی افواج بڑی مہارت اور بے جگری سے لڑیں لیکن اس کے پیچھے کوئی اور چیز تھی جس سے بھارتی فوج کو یہ کامیابی ملی۔ اس جیت کا سہرا ''را'' کے ان جوانوں کے سر جانا چاہئے جنہوں نے بہادری سے اپنے فرائض سرانجام دیئے اور دشمن کے علاقے میں کام کرتے ہوئے مارے گئے۔

''را'' نے مکتی باہنی کے ساتھ مل کر ایک ہیبت ناک فورس تشکیل دی تھی۔ اس فورس

نے بھارتی افواج کو معلومات کا ایک ذخیرہ مہیا کیا۔ مکتی باہنی اور ''را'' نے حساس معلومات کے ساتھ ساتھ تیز رفتار نقل و حرکت، بائی پاس کرنے کی تکنیک وغیرہ کے ساتھ دشمن کو پہلے ہی شکست زدہ کر دیا تھا اور اس کا احساس جنگ جیتنے کے بعد ہوا۔ میدان جنگ میں جیتنے سے پہلے ہی جنگ ختم ہو چکی تھی۔ بلاشک وشبہ یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ مسلح افواج کے علاوہ کچھ اور عوامل بھی شامل تھے جس سے جیت یقینی بنی لیکن اس جیت میں ''را'' نے ایک نہایت اہم کردار ادا کیا۔

ابتدائی رپورٹیں:

آپریشن کے آغاز کے تقریباً ایک سال بعد بھارت کو پاکستانی سوچ کا پتہ چلا کہ پاکستان اس آپریشن کے بارے کیا سوچ رہا ہے۔ یہ معلومات انٹیلی جنس بیورو کے لندن میں واقع ڈیسک کے ایک جاسوس نے ایک پاکستانی سفارت کار سے حاصل کیں اور اشارہ دیا کہ مشرقی پاکستان میں بنگالی مسلمانوں کے خلاف مغربی پاکستان کسی کارروائی کی تیاری کر رہا ہے۔ سفارت کار کے الفاظ میں ''بنگالیوں کو ایک ایسا سبق سکھایا جائے گا کہ وہ اسے کبھی فراموش نہ کر سکیں گے۔'' لندن میں مقیم بھارتی جاسوس نے یہ محسوس کیا کہ معلومات انتہائی اہم ہیں چنانچہ اس نے فوری طور پر سفیر کا بیان نئی دہلی تک پہنچا دیا۔ انٹیلی جنس بیورو کے ہیڈکوارٹر میں واقع پاکستان ڈیسک میں مشرقی و مغربی پاکستان میں مختلف ذرائع سے ملنے والی خبروں سے ایک تصویر بننا شروع ہوئی جس میں متعلقہ سفیر کا غیر محتاط تبصرہ بھی شامل تھا۔ انٹیلی جنس کمیٹی کی رپورٹس جائنٹ انٹیلی جنس کمیٹی تک پہنچیں لیکن اس وقت ان پر یقین نہ کیا گیا اور اس لمحے ان رپورٹوں کو طاق میں رکھ کر بھلا دیا گیا۔

اگرتلہ سازش کیس:

واقعات جس طرح پیش آئے ان کی کوئی ترتیب وار فہرست مرتب کرنا مشکل

ہے۔ جن واقعات کے نتیجے میں ''را'' کو بنگلہ دیش آپریشن میں کودنا پڑا۔ ان واقعات کا ایک واضح خاکہ تیار کرنے کے لئے تجزیہ نگار کو ''را'' کے قیام کے ساتھ ہی اس کی ابتدائی انٹیلی جنس کارروائیوں کا جائزہ لینا پڑے گا۔ بھارتی سراغرساں نے مجیب کے حامیوں کے گروپ کے ساتھ بڑی ابتداء میں ہی رابطے کر لئے تھے۔ 63-1962ء میں مجیب کی جماعت اور آئی بی کے فارن ڈیسک کے مابین ایک ملاقات اگرتلہ کے مقام پر ہوئی۔ جس میں بعد میں آنے والے حالات کے پیش نظر دونوں جانب سے ایکشن کے واضح اشارے دیئے گئے۔

اگرتلہ میں ہونے والی بات چیت سے کرنل میمن (یہ سنکرائن نائر کا کوڈ نام تھا) جو کہ مجیب کی جماعت اور بھارتی انٹیلی جنس کے مابین رابطے کا کام کر رہا تھا، کو یہ واضح اشارہ ملا کہ گروپ اپنی تحریک کو تیز کرنے پر آمادہ تھا۔ کرنل میمن نے انہیں سختی سے منع کیا کہ یہ ابھی قبل از وقت ہے، ابھی انہیں کوئی مثبت ایکشن نہیں لینا چاہئے۔ کرنل میمن کے خیال میں پلان ابھی کچا پکا تھا اسے مکمل تیار نہ کیا گیا تھا۔ انہوں نے خود خطرے میں چھلانگ لگائی۔ انہوں نے ڈھاکہ میں مشرقی بنگال رائفلز کے اسلحے خانے پر چھاپہ مارا لیکن یہ تحریک ناکام ہوگئی۔ اصل میں یہ ایک مکمل تباہ کن پلان تھا۔ کچھ ماہ بعد 6 جنوری 1968ء کو پاکستانی حکومت نے بھارت سے مل کر مشرقی پاکستان کی علیحدگی کی سازش کرنے کے الزام میں اٹھائیس افراد کے خلاف مقدمہ چلانے کا اعلان کیا اور بارہ روز کے بعد شیخ مجیب الرحمٰن کو ایک ملزم کے طور پر گرفتار کر لیا گیا۔

یہ واقعہ اگرتلہ سازش کیس کے نام سے موسوم ہوا۔ یہ الزامات ایک شخص کمال الدین احمد کے اعتراف پر مبنی بیانات کے بعد لگائے گئے اور اس پر تشدد کر کے یہ بیانات لئے گئے۔ ہائی کورٹ کا فیصلہ ایک پاکستانی اخبار ڈان میں شائع ہوا جس میں بیان کیا گیا کہ سازشیوں کے بھارتی ایجنٹوں کے ساتھ رابطے تھے۔ ان میں کرنل میمن اور کرنل تری پادی (Tri pathi) شامل تھے۔

''را'' کی سرگرمیاں:

اب ''را'' میں آئی بی کے پاکستان ڈیسک کو از سر نو تشکیل دیا گیا اور اس پر تین سینئر افسران کو یہ ذمہ داری دی گئی کہ وہ تیزی سے آنے والی معلومات کا تجزیہ کریں۔ ان میں پی این بینرجی جائنٹ ڈائریکٹر ''را''، ایس سنیکرائن نائیر انچارج پاکستان ڈیسک نئی دہلی شامل تھے۔ مشرقی پاکستان میں ایک زیر زمین نیٹ ورک قائم کرنے کی کوششوں کا آغاز ہوا۔ سرحد کے ساتھ ساتھ ''را'' نے اپنے نئے سیل قائم کئے۔ مشرقی پاکستان کے ان علاقوں میں میمن کے بے تحاشا دوروں نے مزاحمتی گروپوں، نوجوانوں اور انتھک گوریلوں کا مورال بہت بلند کر دیا تھا۔ ان دوروں سے مختلف علاقوں میں ریجنل چیفس کے انتخاب اور تعیناتیوں میں آسانی پیدا ہوئیں۔ ان میں ایم اے جی عثمان نے بہت کام کیا۔ (یہ بعد ازاں مکتی باہنی کے کمانڈر انچیف بن گئے) دیگر افسران میں میجر خالد مشرف اور عبدالقادر صدیقی شامل تھے (ان کا عرف ٹائیگر صدیقی تھا) یہ بعد میں مکتی باہنی اور ''را'' کے مابین ایک رابطہ افسر کے طور پر کام کرتے رہے۔ بعد ازاں یہی سیل وہاں سے نوجوانوں کی بھرتیاں کرتے اور ''را'' سے انہیں تربیت دلواتے۔ بلیک نائٹ کی آمد سے بہت پہلے، مجیب کہا کرتے تھے۔ ''کہ آج اگر ہٹلر زندہ ہوتا تو وہ بھی شرمسار ہو جاتا۔'' مجیب الرحمٰن بنگلہ دیش میں ہونے والی عصمت دری کی طرف اشارہ کر رہے ہوتے۔

مشرقی پاکستان کے راہنماؤں کے مطالبات:

''را'' کے خیال میں بغاوت کا آغاز اسی وقت مارچ 1952ء میں ہو گیا تھا جب بنگالیوں نے پہلی مرتبہ اپنی زبان بنگالی کے حق میں جلوس نکالا تھا۔ اور مطالبہ کیا تھا کہ بنگلہ زبان کو پاکستان کی قومی زبان قرار دیا جائے۔

حوالہ * - نیو سٹیٹس مین، 4 جولائی 1980ء

''را'' کے خیال میں بنگالیوں کی توہین کے لئے یہ کافی تھا کہ انہیں کالے اور ٹھگنے لوگ کہا جانے لگا تھا۔ یہ واقعہ ''را'' کے لئے بہت اہمیت کا حامل تھا جبکہ بھارت میں بیٹھے بیوروکریٹس کے لئے اس واقعہ کی کوئی اہمیت نہ تھی۔ بعد کے واقعات کچھ اور ہی کہانی سناتے ہیں یہ وہ واقعات تھے جنہوں نے تبدیلی کا آغاز کر دیا تھا۔ 1965ء میں پاک بھارت جنگ کے وقت مجیب الرحمٰن کو اگرتلہ سازش کیس کے سلسلے میں ایک سپیشل ٹریبونل میں پیش کیا گیا۔ جہاں مجیب نے صدر ایوب سے درخواست کی کہ مشرقی پاکستان کو آزادی دے دی جائے۔ یہ نکتہ مجیب الرحمٰن کے 1966ء میں پیش کئے جانے والے چھ نکات کا حصہ بنا۔

1- قرارداد لاہور کی روشنی میں آئین پاکستان کو ایک حقیقی فیڈریشن بنایا جائے۔

2- فیڈریشن صرف دفاع اور خارجہ تعلقات کو دیکھے باقی کام صوبوں پر چھوڑ دیئے جائیں۔

3- دونوں حصوں میں دو آزاد کرنسیاں ہونی چاہئیں جنہیں دونوں ریزرو بینکوں سے آسانی سے تبدیل کرایا جا سکتا ہو۔

4- ٹیکسیشن اور ریونیو کا انتظام بھی دونوں حصوں کا علیحدہ علیحدہ ہو، جبکہ فیڈرل گورنمنٹ ایک مناسب حصہ وصول کرے۔

5- دونوں ملکوں کے مابین معاشی عدم تفاوت، قانونی، مالیاتی اور معاشی اصلاحات کے ذریعے کم کیا جائے۔

6- مشرقی پاکستان میں کوئی دفاعی فورس موجود نہیں اس لئے ایک ملیشیا یا نیم فوجی فورس تشکیل دی جائے۔

25 مارچ 1969ء کو صدر ایوب خان کے خلاف احتجاج نے زور پکڑ لیا۔ صدر ایوب خان نے قوم کے نام اپنے خطاب میں کہا کہ وہ آرمی کمانڈر انچیف کے تمام تر اختیارات جنرل آغا محمد یحییٰ خان کے سپرد کر رہے ہیں۔ اس وقت ''را'' کے ایجنٹ

www.pakistanipoint.com

مشرقی پاکستان کے تمام کونوں کھدروں میں مداخلت میں مصروف تھے۔ سات دسمبر 1970ء کو پاکستان کے قومی انتخابات میں عوامی لیگ نے اکثریت حاصل کر لی۔ ذوالفقار علی بھٹو کے بیانات ایک علیحدہ ہی تصویر بنا رہے تھے۔ انہوں نے اعلان کیا کہ پیپلز پارٹی اپوزیشن میں نہیں بیٹھے گی اور کہا ''اکیلی اکثریت کو قومی سیاست میں شمار نہیں کیا جا سکتا۔'' یکم مارچ کو یحییٰ خان نے اعلان کیا کہ قومی اسمبلی کا افتتاحی اجلاس ملتوی کر دیا گیا ہے۔ یہ اعلان دراصل یحییٰ خان کی مجیب الرحمٰن کے ساتھ سیاسی گفت وشنید کی ناکامی کا ثبوت تھا۔ انہوں نے مجیب الرحمٰن سے سودے بازی کی کوشش کی۔ لیکن مجیب نے جھکنے سے انکار کر دیا۔ دو روز کے بعد عوامی لیگ کی سٹوڈنٹ لیگ کی ہزاروں طلباء پر مشتمل احتجاجی ریلی میں بنگلہ دیش کا پرچم لہرا دیا گیا۔ اس طرح عدم تعاون کی تحریک اور آزادی کی جنگ شروع ہو گئی۔

بڑے حملے کی رپورٹیں:

اس دوران کراچی میں ''را'' کے ذرائع کو پتہ چلا کہ کراچی بندرگاہ سے ڈھاکہ کے لئے فوجی دستوں کی نقل وحرکت شروع ہو گئی ہے۔ اس دوران جنرل ٹکا خان کی تعیناتی بھی نہایت اہم تھی۔ چند روز بعد ڈھاکہ سے چٹاگانگ ایک پیغام بھیجا گیا کہ عنقریب ایک بڑا حملہ ہونے والا ہے۔ اس رپورٹ کے نئی دہلی پہنچنے کے ساتھ ہی ایک ارجنٹ پیغام بھیجا گیا۔ میمن کو نصیحت ..... لانے کے لئے ..... ہمارے دوست۔''

اس دوران ''را'' نے مجیب الرحمٰن کو قائل کرنے کی کوشش کی کہ وہ بارہ گھنٹے کے اندر اندر ڈھاکہ چھوڑ دیں۔ لیکن مجیب نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ لیکن جب مجیب کو جنرل ٹکا خان کے ان احکامات کا پتہ چلا کہ ''ان کو ڈھونڈ نکالو'' یہ حکم دراصل قتل عام کا شاہی اعلان تھا۔ اس نوع کا اعلان دنیا نے پہلے کبھی نہ سنا تھا۔ تب امکان تھا کہ عوامی لیگ کے تمام راہنما جلد گرفتار ہو جائیں۔ پھر حملے سے چند گھنٹے قبل مجیب الرحمٰن اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ بھارت جانے پر رضامند ہو گئے۔ ان میں عوامی لیگ کے سیکرٹری

جنرل تاج الدین احمد (جو بعد ازاں آزاد ملک کے پہلے وزیراعظم بنے) کچھ دیگر ساتھیوں کے ہمراہ ''را'' کے چند جاسوسوں کی قیادت میں چل پڑے۔ انہیں راتوں رات مجیب نگر پہنچنا تھا، اور جلاوطنی میں بنگلہ دیش حکومت کے قیام کا اعلان کرنا تھا۔

سیکورٹی فورسز سے بچتے بچاتے رات کے اندھیرے میں سفر کرتے چھپتے چھپاتے چند افراد کا ایک گروپ جس نے گندی اور پھٹی ہوئی لنگیاں پہنی ہوئی تھیں، نے جیسور کے شمال سے سرحد پار کی۔ یہ گروپ ان پناہ گزینوں سے مختلف نہ تھا جنہوں نے سرحد پار کرنی شروع کر دی تھی۔ تاج الدین کے ساتھ موجود دیگر افراد میں نذرالاسلام، مشتاق احمد، صلاحت آزاد اور چار طالبعلم راہنما تھے۔ ان طالبعلم راہنماؤں میں فضل حق مونی، طفیل احمد اور شیراز العالم خان شامل تھے۔ کریک ڈاؤن شروع ہو چکا تھا۔ تاج الدین کلکتہ میں ایک مختصر قیام کے بعد ہوائی جہاز کے ذریعے نئی دہلی چلے گئے۔ تھوڑے ہی عرصے کے بعد مشرقی پاکستان کے اندر جیسور کے قریب سو قدم کے فاصلے پر مجیب نگر قائم کر دیا گیا۔ کلکتہ کے دل میں واقع مجیب نگر میں بنگلہ دیش کی جلاوطن حکومت نے کام شروع کر دیا۔

وقت کا دھارا بہتا رہا، اور پھر بارہ اپریل 1971ء کو بنگلہ دیش کی صوبائی حکومت کلکتہ میں ہی قائم ہو گئی۔ تاج الدین کے ہمراہ آنے والے چار طالبعلم راہنماؤں نے بھی مجیب کی سیاسی تارک الوطنی میں اپنا اعتماد قائم کر لیا تھا تاہم تاج الدین ایسا نہ سوچتے تھے۔

پناہ گزینوں کا سیلاب:

اپریل تک نسل کشی کی مہم جاری رہی (اندازاً دو لاکھ سے دس لاکھ تک) اور جو لوگ بھارت ہجرت کر کے آئے ان کی تعداد 9.8 ملین تھی۔ اس طرح بھارت کی قومی سلامتی کو درپیش خطرات کا خدشہ حقیقت بن گیا۔

''را'' نے اپنی 1969ء کی رپورٹ میں بتا دیا تھا کہ اگر مشرقی پاکستان میں

حالات نے پاکستان کی مرضی کے مطابق رخ اختیار نہ کیا تو پاکستان بھارت پر جنگ مسلط کر دے گا۔ ''را'' نے یہ رپورٹ بھیجنے کے بعد اس پر جائنٹ انٹیلی جنس کمیٹی کی رپورٹ کا انتظار کیا، حتیٰ کہ اختتام پر ''را'' کے تجزیے پر مبنی ایک اور رپورٹ وزیراعظم کو ارسال کی گئی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ پاکستان ایک جنگ کی تیاری کر رہا ہے۔ اس لئے ''را'' کو مداخلت کی اجازت دی جائے۔ اس پر ''را'' کو گرین سگنل مل گیا اور ''را'' نے یہ سبز جھنڈی دیکھتے ہی اپنے وسائل کو متحرک کرنا شروع کر دیا۔

مکتی باہنی:

''را'' نے پاک بھارت سرحد کے ساتھ ''را'' اپنی تنصیبات اور خفیہ مقامات کو چھپا کر رکھنے کا پورا انتظام کیا تھا۔ پاکستانی سیکورٹی فورسز کے لئے یہ مشکل تھا کہ وہ مکتی باہنی کا سراغ لگا کر انہیں ڈھونڈ نکالے۔ مکتی فوج کا نام مکتی باہنی رکھا گیا تھا۔ مکتی باہنی کو 25 مارچ 1971ء میں اس وقت قائم کیا گیا تھا۔ جب ''را'' کو اپنے ذرائع سے یہ پتہ چلا کہ پاکستانی فوج اس علاقے میں نسل کشی کی ایک مہم چلانا چاہتی ہے۔ اس ظلم کے خلاف اشتعال نے ایک باغی طاقت تشکیل دی۔ ہزاروں طلباء، اساتذہ، کسان، کاشتکار، بے زمین مزارعے، سپاہی اور نیم فوجی دستوں کے ملازمین مغربی پاکستان کی مسلح افواج کے خلاف باغی ہو گئے تھے۔ بنگلہ دیش کی آزادی میں مکتی باہنی کی شجاعت کی داستان اور ''را'' کی مکتی باہنی کو طاقتور بنانے کی کہانی ابھی لکھی جانی باقی ہے۔

اخباری رپورٹوں اور دیگر ذرائع سے ملنے والی اطلاعات کو اگر ایک جگہ یکجا کیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ مکتی باہنی کو چار نمایاں گروپوں نے تشکیل دیا تھا۔ ان میں

1- ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے پندرہ سے پچیس سال کے لڑکے۔
2- عوامی لیگ کے یوتھ ونگ کے نوجوان جنگجو۔
3- نیم فوجی دستوں کے انصار، مجاہدین، پولیس اور سرحدی گارڈ۔
4- باقاعدہ فوج کے ملازم، خاص طور پر مشرقی بنگال کی رجمنٹ۔

مارچ، مئی 1971ء کے آغاز میں ان گروپوں اور متحدہ عناصر کی جانب سے بغاوت کا آغاز فطری تھا۔ اس خود بخود ہونے والی بغاوت میں تنظیم کی کمی تھی۔ آغاز میں ان گروپوں نے سلہٹ بکمیلا، چٹاگانگ، نواکھلی، میمن سنگھ اور ٹونگیل کا ایک بڑا علاقہ آزاد کرالیا تھا لیکن یہ کامیابی عارضی تھی۔ بعد ازاں جدید ہتھیاروں سے مسلح پاکستانی فوج (ساڑھے چار ڈویژن، اسی ہزار افراد، توپیں اور اسلحہ) نے جلد ہی ان علاقوں میں سبقت حاصل کر لی۔ مزاحمتی فوج کے بکھرے ہوئے گروپ سرحد پر پہنچ گئے اور کچھ سرحد عبور کر گئے۔ ''را'' نے پوری سرحد کے ساتھ ساتھ گوریلا ٹریننگ کیمپ قائم کئے تھے۔ جس پر مکتی باہنی تتر بتر ہونے کی بجائے مضبوطی سے اپنی کارروائیاں کرتی رہی۔ ''را'' کے ایک افسر نے مجھے بتایا ''وہ سینکڑوں کی تعداد میں آئے۔ ان نوعمروں کو یونیفارم اور ٹریننگ دی جاتی۔ یہ ایک قسم کی ملازمت تھی۔ کثیر تعداد میں تعلیم یافتہ لوگوں نے ٹریننگ کو زیادہ آسان بنا دیا تھا۔ انہیں سبوتاژ کرنے کے چھوٹے کورس کروائے جاتے۔ ٹرانسمیشن کی جاسوسی کے بارے تربیت دی جاتی اور انہیں مارو اور بھاگ جاؤ پر مبنی گوریلا ٹریننگ دی جاتی تھی۔ مختصر یہ کہ انہیں ان تمام کاموں کی تربیت دی جاتی جو فوج کے پیچھے رہ کر کئے جاتے ہیں۔''

کرنل عثمان کے بارے میں پتہ چلا کہ اس نے خشونت سنگھ کو بتایا

''میں نے اپنی فوج کی تشکیل نو کر لی تھی اور اسے چھوٹے چھوٹے گوریلا گروپوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ اس جنگ میں ہم نے روایتی جنگ کی بجائے کمانڈو ایکشن پر زیادہ زور دیا۔ ہم دشمن کی فوج کو ایک وسیع علاقے میں بکھیرنے میں کامیاب ہو گئے۔ ہم نے ان کی سپلائی لائن کاٹ دی تھی اور اس کا پیچھے سے رابطہ منقطع کر دیا تھا۔ ہم نے ایک دن میں سو سو کے قریب بھی ہلاکتیں کیں اور وہ جہازوں پر تابوتوں کے تابوت بھر کر پاکستان لے کر گئے۔ آہستہ آہستہ مختلف گروپوں اور مختلف عناصر باہم مل کر ایک مکمل طاقت میں تبدیل ہوتے گئے۔ جون، جولائی 1971ء سے پچاس ہزار کی نفری چار سیکٹروں میں

لڑائی میں مصروف تھی۔ ان میں رنگ پور، دیناج پور، راج شاہی سیکٹر، ڈھاکہ، کمیلا، چٹاگانگ سیکٹر، میمن سنگھ، سلہٹ اور جیسور، کھلنا سیکٹر شامل تھے۔ اس منظم فورس کی قوت اب زیادہ تباہ کن ہوگئی تھی۔ تاہم میگزین اپنے دو اگست 1971ء کے شمارے میں لکھتا ہے۔ ''مزاحمت کرنے والے جنگجو گروپوں نے دیہاتوں اور قصبوں کا رات کا کنٹرول سنبھال لیا تھا اور اب زیادہ تر دن میں بھی ان علاقوں میں ان کا کنٹرول ہوتا تھا۔'' کرنل عثمان نے دعویٰ کیا کہ ستمبر کے اختتام تک ہم پاکستان کے پچیس ہزار فوجی مار چکے ہیں۔ اکیس جہاز ڈبوئے جا چکے ہیں اور تقریباً چھ سو پل وغیرہ تباہ کئے جا چکے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ریل، دریا اور سڑک کے راستے مواصلات کے سارے راستے تباہ کئے جا چکے ہیں۔''

دسمبر 1971ء کے آغاز میں مکتی باہنی کی فوج ایک لاکھ تک پہنچ گئی تھی اور اس میں مسلسل تیزی سے اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ کچھ مبصرین کی رائے یہ تھی کہ مکتی باہنی تنہا ہی پاکستانی افواج کو بنگلہ دیش سے نکال سکتی تھی۔ لیکن اس کے لئے اسے ایک طویل گوریلا جنگ لڑنا پڑتی اور کشت وخون کے دریا عبور کرنے پڑتے۔ نیوز ویک کے سینئر رپورٹر نے گوریلا جنگ زدہ علاقے کا دورہ کیا اور اپنی تحقیقی سٹوری میں لکھا ''باغیوں کے ہتھیاروں اور جدید آلات کے مقابلے میں پاکستان کی برتری بتدریج کم ہو رہی ہے اور گوریلے دیہاتی علاقوں میں اپنا قبضہ آہستہ آہستہ بڑھا رہے ہیں۔ حکومتی افسران، سرکاری ملازم، دیہاتوں کے راہنما اب چوری چھپے باغیوں کا ساتھ دے رہے ہیں اور کچھ دریائی گزرگاہوں کے علاوہ حکومتی دستے شہروں اور قصبوں میں خال خال ہی دکھائی دے رہے ہیں۔''

مارچ کے مہینے میں بھارت کی مسلح افواج بھی بھارت سے ڈھاکہ پہنچ گئیں اور پھر مکتی باہنی اور بھارتی مسلح افواج نے یہ آخری جنگ شانہ بشانہ لڑی۔ مکتی باہنی کی گوریلا جنگ نے بلاشبہ بھارتی فوج کی پیش قدمی کی رفتار میں اضافہ کر دیا۔ 'سٹیٹس مین' کلکتہ نے اپنی چار جنوری 1972ء کی اشاعت میں لکھا کہ ''مکتی باہنی نے خاص طور پر ڈھاکہ

کمیلا کے میمن سنگھ سیکٹر میں طویل کارروائیاں کیں۔ انہوں نے بھارتی مسلح افواج کو ریکارڈ مدت میں ڈھاکہ کی جانب سرعت رفتاری سے پیش قدمی کرنے میں مدد دی۔ مکتی باہنی کے بیس ہزار گوریلے راجپورہ اور نرسنگھدی کے آپریشن میں شامل تھے۔ مکتی باہنی کے ان گوریلوں نے بھارتی افواج کی محفوظ آمد کا راستہ ہموار کیا اور فوج بغیر کسی مزاحمت کے ڈھاکے کے دروازے تک پہنچ گئی۔ جہازوں کے اڑنے کے متعدد علاقے مکتی باہنی کے کنٹرول میں تھے۔''

اعلیٰ سطح پر تنظیم:

بھارتی فوج کے چیف آف آرمی سٹاف جنرل ایس ایچ ایف جے مانک شاہ ایک وسیع وژن رکھنے والے سپاہی تھے۔ دوسرا مرحلہ فوجی آپریشن پر مشتمل تھا۔ ''را'' کا ٹاسک کامیابی سے پورا ہو گیا تھا۔ اب یہ مانک شاہ پر تھا کہ وہ باقی کی ذمہ داری کا بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھاتے۔ مانک شاہ نے محسوس کیا کہ بھارت کی دفاعی پالیسی کا سوال محض فوجی طریقے سے حل نہیں کیا جا سکتا۔ اس مسئلے کو بیرونی، معاشی اور عالمی پالیسیوں کے وسیع تر تناظر میں دیکھنے کی ضرورت تھی۔ چیفس آف سٹاف کمیٹی کے چیئرمین کی حیثیت سے اس نے حکومت پر زور دیا کہ اس جنگ کے مقاصد کے حصول کے لئے واضح ہدایات جاری کی جائیں اور اس میں حکومت کی سیاسی شمولیت بھی ضروری ہے۔ جنرل مانک شاہ نے وزیراعظم اور پولیٹیکل افیئرز کمیٹی سے ملاقات کی۔ تب پہلی مرتبہ وزارت خارجہ کی جنگی کونسل میں ایک سیاسی نمائندہ ڈی پی دھر کو چیئرمین کمیٹی مقرر کیا گیا۔ فوج کی طرف سے وائس چیف آف آرمی سٹاف کے تحت ''را'' کے نمائندوں اور انٹیلی جنس کے ڈائریکٹروں پر مشتمل ایک جائنٹ انٹیلی جنس کمیٹی تشکیل دی گئی۔ اس طرح فوج سے ہٹ کر سول میں بڑے فیصلے کرنے اور جنگی تیاریوں اور اس کی ابتداء کے لئے ایک سیکرٹریٹ کمیٹی قائم کی گئی۔ اس کمیٹی میں، ڈیفنس، ہوم، فنانس اور خارجہ تعلقات کے شعبوں کے سیکرٹری، مسٹر کاؤ اور ''را'' کا چیف، رکن سیکرٹری کی حیثیت سے شامل تھے۔

PakistaniPoint
www.pakistanipoint.com

وزیراعظم اور پولیٹیکل آفیئرز کمیٹی کو لمحہ بہ لمحہ صورتحال سے باخبر رکھا جا رہا تھا۔ فیصلہ سازی کے عمل کو بیوروکریسی کے سرخ فیتے سے دور رکھا گیا۔ یعنی بیوروکریسی کو کبھی اجازت نہ دی گئی کہ وہ فیصلہ سازی کے عمل میں روڑے اٹکائے اور تاخیری حربے استعمال کرے*۔ کاؤ اور دھر کے مابین ذہنی اتفاق اور مانک شاہ اور دھر کے مابین منظم رابطوں نے توقع سے زیادہ اہم کردار ادا کیا۔

مغربی پاکستان کی حکومت نے ٹکا خان کی جگہ ڈاکٹر اے ایم ملک کو مشرقی پاکستان کا گورنر تعینات کرنے کا فیصلہ کیا۔ یہ پاکستان کی طرف سے عالمی سطح پر یہ بتانے کی ایک کوشش تھی کہ سول انتظامیہ بحال کی جا رہی ہے۔ ان تاخیری حربوں سے مکتی باہنی کو مزید منظم ہونے اور اپنی طاقت کی ازسرنو تشکیل کا موقع مل گیا۔ ''را'' کے تجزیئے کے مطابق مکتی باہنی کی روز بروز بڑھتی ہوئی طاقت کے باوجود اس کے لئے یہ ممکن نہ تھا کہ یہ ایک لمبے عرصے کے لئے پاکستانی فوج پر غالب آ جائے۔ فوجی کارروائی ہی اس کا منطقی حل تھا

پاکستان کا اعلان جنگ

یحییٰ خان نے تین دسمبر کو ساڑھے پانچ بجے مسئلے کو حل کرنے کے لئے جنگ کا انتخاب کیا جبکہ بھارت نے اس پر تحفظات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ''پاکستان کی کارروائی غیر متوقع تھی۔'' اس وقت بھارتی وزیراعظم کلکتہ میں تھے۔ وزیر دفاع جگ جیون رام دارالحکومت سے دور بہار میں اپنے حلقہ انتخاب کا دورہ کر رہے تھے۔ وزیر خزانہ بمبئی میں تھے اور صدر پارلیمنٹ ہاؤس کے لان میں ایک استقبالیے میں شریک تھے۔ جب فضائی سائرن چیخ اٹھے۔ بھارتی وزیراعظم اندرا گاندھی نے جونہی یہ خبر سنی کہ پاکستان نے مغرب میں حملہ کر دیا ہے تو فوراً دارالحکومت پہنچ گئیں۔ بعد ازاں اسی رات جنرل اروڑا کو آرمی ہیڈکوارٹر سے پیش قدمی کا حکم دے دیا گیا۔ تھوڑی ہی دیر بعد وزیراعظم نے قوم سے خطاب کیا اور کہا ''بنگلہ دیش میں جنگ اب بھارت کی جنگ بن گئی ہے۔''

انٹیلی جنس رپورٹوں کی بنیاد پر کی جانے والی بھارتی تیاریوں نے جنگ میں ایک انتہائی اہم کردار ادا کیا۔ پشاور میں ''را'' کے آفسر نے دو دسمبر کو بھارت کو خبر دی کہ پاکستان کی ساتویں ڈویژن پونچھ اور چھمب میں بھارت کے مغربی سیکٹر کی جانب حرکت میں مصروف ہے۔ جنرل اروڑا کے مشرقی کمانڈ ہیڈ کوارٹر کلکتہ میں فوج کو پیش قدمی کا حکم دینے کے ساتھ ہی ''را'' کا مشرقی پاکستان میں زیر زمین پھیلایا ہوا جاسوسوں کا سارا جال متحرک ہو گیا۔ خفیہ ٹرانسمیشن چلا دی گئیں۔ جنہوں نے مشرقی پاکستان سے تمام مواصلاتی بات چیت ٹیپ کرنا شروع کر دی۔ فوج کا نشانہ ڈھاکہ تھا جو کہ مشرقی پاکستان کا جغرافیائی اور سیاسی مرکز تھا اور پھر بارہ روزہ جنگ کا آغاز ہوا۔

گوریلوں کی کارروائیوں میں شدت :

''را'' ہر ہفتے دو ہزار گوریلوں کو تربیت دے رہی تھی۔ مکتی باہنی کے گوریلوں میں یہ صلاحیت تھی کہ وہ مارو اور بھاگ جاؤ جیسی کارروائیاں کامیابی سے کر رہے تھے۔ انہوں نے پاکستانی دستوں کو متعدد مقامات پر ہزیمت سے دوچار کیا۔ جولائی تک مکتی باہنی کے چھاپہ مار حملے ایک خاص حد تک تھے۔ مشرقی پاکستان کے دس مربع میل کے علاقے میں مکتی باہنی ''را'' کے جاسوس اور بارڈر سیکورٹی فورسز کے سپاہیوں نے باہم مل کر اودھم مچا رکھا تھا۔ ان زیر زمین کارروائیوں نے جنگ میں ایک فیصلہ کن کردار ادا کیا۔ جس کے نتیجے میں پاکستان کو زیادہ تعداد میں فوجی دستے تعینات کرنا پڑے۔ مکتی باہنی نے اپنی کارروائیوں میں ایک تبدیلی یہ کی کہ دشمن کو ہراساں کرنے کے لئے ان سے ہتھیار چھیننے شروع کر دیئے۔ او ایس او کے ایک سپیشل آپریشن ونگ نے پاکستانی دستوں کی نقل وحرکت کے بارے معلومات اکٹھی کرنے کی ذمہ داری سنبھالی۔ پاکستان کی فوجی انٹیلی جنس آغاز میں مکتی باہنی کے جاسوسی کے نظام میں سرایت کر گئی تھی۔ لیکن مکتی باہنی کے ہر گروپ کی علیحدہ حکمت عملی اور نقل وحرکت نے پاکستان کے جاسوسی کے نیٹ ورک کے اپنے رابطوں کو منقطع کر دیا تھا۔

اب جنرل نیازی نے پاکستانی فوج کے کمانڈر اور مشرقی پاکستان کے ملٹری گورنر کا عہدہ سنبھال لیا۔ فوج کیخلاف مزاحمت کرنے والوں کے خلاف بڑے پیمانے پر کارروائیاں شروع ہوگئی تھیں۔

سقوط ڈھاکہ:

واقعات تیزی سے رونما ہو رہے تھے۔ پاکستانی مزاحمت کے چھوٹے چھوٹے جزیروں کو عبور کرتے ہوئے بھارتی فوج ڈھاکہ کی جانب انتہائی برق رفتاری سے سفر کر رہی تھی۔ بھارتی فوجی دستے پاکستانی فوج کی چوکیوں کو صرف اس وجہ سے تخت و تاراج کرتے ہوئے آگے بڑھ رہی تھی کیونکہ ''را'' نے انہیں مکمل معلومات دی تھیں۔ فوجی دستوں نے جم کر مقابلہ کرنا چاہا لیکن مکتی باہنی کی دہشت اور بھارتی فوجی دستوں کی برق رفتار پیش قدمی نے دشمن کی فوج کا مورال گرا دیا تھا۔ ڈھاکہ اور اس کے گرد و نواح میں پاکستانی مشرقی کمانڈ ایک عضو معطل ہو کر رہ گئی تھی اور میدان جنگ میں فوجی دستوں کو کوئی حکم دینے والا نہ تھا۔

بارہ دسمبر کو جب بھارتی میدان جنگ میں ایک فیصلہ کن فتح کی جانب بڑھ رہے تھے کہ اقوام متحدہ میں پاکستانی وفد نے بغیر کسی سیاسی تصفیے کے جنگ بندی کا مطالبہ کیا۔ اس دوران انٹیلی جنس والوں نے ایک پیغام کو فضا سے ریکارڈ کیا۔ پیغام یہ تھا۔ ''ہم ڈھاکہ میں گورنمنٹ ہاؤس میں ایک اجلاس منعقد کر رہے ہیں۔'' یہ اس طرف اشارہ تھا کہ ایک اعلیٰ سطحی اجلاس ہونے والا تھا۔ اس اجلاس کو منتشر کرنے اور اس میں خلل ڈالنے کا پروگرام تیار کرنے کے بارے میں غور و فکر شروع ہوا۔ مسئلہ یہ تھا کہ بھارتی ایئر فورس کی مشرقی کمانڈ بم گرانے کے لئے گورنمنٹ ہاؤس کی صحیح نشاندہی کرنے سے قاصر تھی۔ ایئر ہیڈ کوارٹر اور آرمی ہیڈ کوارٹر میں برپا ہونے والے انتشار سے یوں لگتا تھا کہ ساری مہم بیکار بنا دی ہے۔ وقت تیزی سے گزر رہا تھا کسی تازہ کارروائی کی بو سونگھنے کے لئے جاسوس دیگر ایجنسیوں کی طرف دوڑائے گئے۔ ڈھاکہ میں کام کرنے والے

''را'' کے افسروں اور جاسوسوں کا نئی دلی میں ایک فوری اجلاس بلایا گیا۔ یہ وہ جاسوس تھے جو پاکستانی فوج کی آمد کے ساتھ ہی ڈھاکہ چھوڑ کر دلی چلے آئے تھے۔ ان میں سے ایک نے جلدی سے ڈھاکے کا ٹورسٹ میپ (شہر کا نقشہ) نکالا جو وہ دلی سے اپنے ساتھ نکال لایا تھا۔ اگرچہ یہ نقشہ بری حالت میں تھا۔ تاہم اس نقشے سے انتہائی جلدی سے ایک حوالہ جاتی گائیڈ تیار کی گئی جن میں زمین پر نمایاں نشانات واضح کئے گئے جو کہ فضا سے بھی زمین پر نظر آتے ہوں اور بمباری کے لئے بالکل درست مقام کا تعین کیا گیا۔ ''را'' کا تیار کردہ وہ نقشہ ایئر فورس کے پائلٹوں کو فراہم کیا گیا۔ اس رف سے خاکے میں پلٹن میدان اور ایک بڑی مسجد جس کے گہرے نیلے مینار دور سے نظر آتے تھے، کے ساتھ دیگر عمارتوں سے الگ ایک منزلہ عمارت کھڑی تھی۔ یہ عمارت ڈھاکہ میں گورنمنٹ ہاؤس کی عمارت تھی۔ کلکتہ میں جہازوں میں بم لادے گئے اور ٹھیک بارہ بجے یہ بم گورنمنٹ ہاؤس پر گرا دیئے گئے۔

بعد ازاں ملنے والی رپورٹوں کے مطابق گورنر مالک جلدی سے تہہ خانے میں اتر گئے اور دعا کرنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد انہوں نے اپنے ساتھیوں سمیت یحییٰ حکومت سے استعفیٰ دے دیا۔ انہوں نے انٹر کانٹی نینٹل ہوٹل میں پناہ لے لی۔ جو کہ ہلال احمر (ریڈ کراس) کے جھنڈے تلے محفوظ تھا۔ پاکستانی حکومت کا واحد نمائندہ مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل نیازی ہی بچا تھا۔ جس نے جنگ جاری رکھی ہوئی تھی۔ بنگلہ دیش کی آزادی کی جنگ تقریباً ختم ہونے کے قریب تھی۔ دو دن کے بعد جنرل نیازی نے ہتھیار ڈال دیئے اور بنگلہ دیش وجود میں آ گیا۔

کامیاب چال:

آزادی کی جنگ کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ شیخ مجیب الرحمٰن کی سربراہی میں بنگلہ دیش ایک آزاد اور خودمختار مملکت کی حیثیت سے وجود میں آ چکا تھا۔ ''را'' اس نوزائیدہ ملک کے معاملات کو سختی سے نگاہ میں رکھے ہوئے تھی۔ 1973ء کے اختتام پر ''را'' کی

رپورٹوں میں یہ نشاندہی کی جانے لگی کہ ملک کے عوام میں زبردست ذہنی اضطراب اور تشویش پائی جاتی ہے۔ فروری 1974ء میں یہ رپورٹیں اس وقت درست ثابت ہونا شروع ہوئیں جب عام ہڑتالیں کی گئیں اور بھوکے لوگوں نے مظاہرے کئے۔ اس بڑھتے ہوئے اضطراب نے مجیب الرحمٰن کو مجبور کیا اور اس نے چوبیس فروری 1974ء کو ایک جماعتی حکومت تشکیل دے دی۔ ''را'' کے ذرائع کے مطابق بنگلہ دیش میں صورتحال انتہائی نازک رخ اختیار کر گئی تھی۔ ''را'' کی رپورٹوں میں نشاندہی کی گئی تھی کہ مغربی انٹیلی جنس ایجنسیاں بہت تیزی سے متحرک ہو گئی ہیں۔ نائیر جسے مجیب حکومت میں ایک قابل عزت مقام حاصل تھا وہ ٹائیگر صدیقی کے ہمراہ مجیب سے ملا اور اسے صورتحال کے بارے میں آگاہ کیا۔ مجیب اپنے ملک کو درپیش متعدد معاملات میں الجھا ہوا تھا۔ اس نے نائیر کی یہ وارننگ نظرانداز کر دی کہ اس کے خلاف کوئی چال چلی جانے والی ہے۔

چار ماہ کے بعد ''را'' کو اطلاعات ملیں کہ ضیاء الرحمٰن کی رہائش گاہ پر ایک اجلاس ہو رہا ہے جس میں میجر رشید، میجر فاروق اور لیفٹیننٹ کرنل عثمانی شریک ہیں۔ گفتگو میں کوئی منصوبہ تشکیل دیا جا رہا ہے۔ تین گھنٹے پر محیط اس گفتگو کے دوران ایک شریک گفتگو نے میز پر پڑے کاغذ پر ایک الٹا سیدھا نقشہ بنایا اور بعد ازاں اسے لاپرواہی سے ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا جسے ایک کلرک کے ذریعے اس ٹوکری سے نکال لیا گیا اور اسے ''را'' کی ایک ٹیم کے حوالے کر دیا گیا۔ اس طرح یہ معلومات نئی دہلی پہنچ گئیں۔

مسٹر کاؤ کو اب یہ یقین ہو چکا تھا کہ ضرور کوئی خفیہ منصوبہ تشکیل دیا جا رہا ہے۔ کاؤ نے جہاز پکڑا اور ایک پان ایکسپورٹ کرنے والے تاجر کے بہروپ میں ڈھاکہ پہنچ گیا۔ اسے پہلے سے طے شدہ ملاقات کی جگہ پر لے جایا گیا۔ مجیب الرحمٰن کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ اسے یہ سب کچھ بڑا ڈرامائی لگ رہا تھا۔ اسے یہ بات سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ مسٹر کاؤ سرکاری طور پر اعلانیہ ملاقات کیوں نہیں کر رہے۔ وہ اس ملاقات کو اتنا خفیہ کیوں رکھ رہے ہیں۔ مجیب اور کاؤ کی ملاقات ایک گھنٹہ طویل تھی۔ کاؤ، مجیب الرحمٰن

کو قائل کرنے میں ناکام رہا کہ اس کے خلاف ایک منصوبہ تیار کیا جا رہا ہے اور اس کی بیوی کو بھی دھمکیاں دی گئی ہیں۔ مجیب کو ان تمام افراد کے نام بتائے گئے جو اس منصوبے میں ملوث تھے۔ لیکن مجیب نے چہرے پر بشاشت اور مسرت وانبساط بکھیرتے ہوئے کہا ''وہ میرے بچے ہیں! وہ مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔'' مجیب کے اسی طرز فکر نے اس کی موت کی گھنٹی بجا دی تھی۔

مجیب الرحمٰن کا قتل:

تقریباً تین ماہ کے بعد چودہ اگست کو مون سون کی ایک گرم رات تھی جب فوج نے رات کے اندھیرے میں ملک پر قبضہ کر لیا۔ بنگال لانسرز اور بنگلہ دیش آرمڈ کور چھاؤنی سے باہر آئی، اور دارالخلافے کے نصف تعمیر شدہ ایئرپورٹ کی جانب بڑھنے لگی۔ کچھ گھنٹے بعد اسی رات شیخ مجیب الرحمٰن اور اس کے چالیس گھریلو ملازموں اور سٹاف کے لوگوں کو قتل کر دیا گیا اکتالیس افراد کے قتل کی یہ واردات صرف تین منٹ کے اندر مکمل کی گئی۔ مجیب الرحمٰن کے دو بھتیجوں شیخ مونی ایڈیٹر بنگلہ دیش ٹائمز اور شیخ اسلام سیکرٹری سٹوڈنٹ فرنٹ نے شیخ مجیب الرحمٰن کو بھگا لے جانے کا منصوبہ بنایا تھا لیکن وہ ایک گھنٹہ تاخیر سے پہنچے۔ مجیب کے قتل کا منصوبہ ساز خوندکر مشتاق تھا۔ جو کہ گزشتہ چالیس سال سے شیخ مجیب کا قریبی رفیق تھا۔ یہی خوندکر مشتاق بیس اگست کو بنگلہ دیش کا صدر بنا۔

امریکی سی آئی اے نے جلد ہی یہ کوششیں شروع کر دیں کہ اس قتل کا الزام ''را'' کے سر دھر دیا جائے۔ سی آئی نے نے یہ الزام تراشی شروع کر دی کہ قتل کا یہ منصوبہ ''را'' نے ترتیب دیا ہے۔ ''را'' کا خیال تھا کہ سی آئی اے نے مجیب الرحمٰن سے رابطہ کر لیا تھا اور اس کے قتل کا منصوبہ بنگلہ دیش کے قیام سے پہلے ہی تیار کر لیا گیا تھا اور جس شخص نے مجیب کا سی آئی اے سے رابطہ کروایا تھا وہ جون 1971ء میں سی آئی اے کا ڈھاکہ میں سٹیشن چیف تھا۔

مجیب الرحمٰن کے قتل سے کچھ ماہ قبل سی آئی اے کا سٹیشن چیف چیری نئی دہلی آیا تھا

اور پھر مختصر قیام کے بعد وہ ڈھاکے چلا گیا۔ بنگلہ دیش نے اپنے تمام تر مسائل کا ذمہ دار بھارت کو ٹھہرانا شروع کر دیا تھا۔ مجیب الرحمن امریکیوں سے متاثر تھے اور اس نے خود بھی ان سے تعلقات استوار کرنے کی کوششیں کی تھیں۔ بارہ مئی کو نئی دہلی کے دورے کے بعد مجیب الرحمٰن نے اپنا موقف ایک بار پھر تبدیل کر لیا تھا۔ خیال ہے کہ مجیب کے موقف کی اس تبدیلی کے پس منظر میں سی آئی اے تھی جو انتہائی رازداری سے مجیب کے قتل کا منصوبہ تیار کر رہی تھی۔

ستم ظریفی کی بات ہے کہ مجیب کے خلاف سازش میں وہ ٹینک استعمال کیے گئے جو مصر کے دورے کے دوران 1973ء میں بنگلہ دیش کو دوستی کے اظہار کے طور پر دیئے گئے تھے۔ مصری فوج نے یہ فیاضانہ پیشکش کی تھی اور چونکہ بنگلہ دیشی فوج کے پاس ٹینک نہیں تھے چنانچہ مجیب الرحمٰن نے یہ پیشکش قبول کر لی تھی۔ سی آئی اے کے لئے اس طرح کی منصوبہ سازی کوئی نئی بات نہ تھی۔ وہ اس طرح کے آپریشن جنوبی امریکہ میں کر چکی تھی۔ مجیب الرحمٰن اور اس کے ساتھیوں کا قتل اگلے روز تک دنیا کی نظروں سے اوجھل رہا۔ پھر ڈھاکہ ریڈیو نے اعلان کیا ''شیخ مجیب الرحمٰن کو قتل کر کے اس کی شخصی حکومت کا خاتمہ کر دیا گیا ہے اور یہ اقدام ملک کے وسیع تر مفاد میں کیا گیا۔'' مجیب الرحمٰن کے قتل کے ساتھ ہی سونار بنگلہ کا خواب بکھر گیا۔ جو قوم سولہ دسمبر 1971ء کو تاریخ کی ایک خون آشام جدوجہد آزادی کے نتیجے میں وجود میں آئی تھی اور جس میں تین ملین انسان کام آئے تھے بالآخر اپنے اختتام کو پہنچ گئی۔

جوابی منصوبہ:

بنگلہ دیش میں تاریخ انتہائی سرعت رفتاری سے اپنے آپ کو دہرانے میں مصروف تھی۔ تین نومبر کو بریگیڈیئر خالد مشرف نے مشتاق کی حکومت کو گرانے کے لئے جوابی کارروائی کی۔ بعد ازاں ایک اور منصوبہ کامیاب ہوا جس سے جنرل ضیاء الرحمٰن اقتدار میں آ گئے۔ جنرل ضیاء الرحمٰن نے بھارت کا خیر سگالی کا دورہ کیا اور وزیراعظم بھارت

شیخ مجیب الرحمان، جو ''را'' کے
ہاتھوں میں کھلونا بنے رہے۔
امریکہ ان کے قتل کا الزام ''را'' پر
دھرتا ہے جبکہ ''را'' اس قتل کے لئے
سی آئی اے کو مورد الزام ٹھہراتی ہے
۔تصویر میں وہ ڈھاکہ میں ایک ریلی
سے خطاب کر رہے ہیں۔

www.pakistanipoint.com

مسز اندرا گاندھی سے ملاقات کی۔ اس ملاقات میں مسٹر کاؤ بھی موجود تھے۔ جنرل ضیاء الرحمٰن نے مسٹر کاؤ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ ''یہ شخص مجھ سے زیادہ میرے ملک کو جانتا ہے۔'' جنرل ضیاء الرحمٰن کا یہ تبصرہ دراصل ''را'' کی صلاحیتوں کا اعتراف تھا۔

www.pakistanipoint.com

''را'' کی سازشوں کے نتیجے میں مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے موقع پر پاکستانی فوج کے ہتھیار ڈلوائے جارہے ہیں۔ مشرقی پاکستان کی علیحدگی کو ''را'' کی بڑی کامیابی کہا جاتا ہے۔

باب 6

سپیشل آپریشن سکم

بنگلہ دیش کا آپریشن اپنے اختتام کو پہنچ چکا تھا۔ چند ماہ کے بعد ایک اعلیٰ سرکاری افسر ''را'' کے چیف کے کمرے کی جانب جانے والے برآمدے کی جانب بڑھ رہا تھا۔ سرکاری افسر نے دفتر کو کوریڈور سے علیحدہ کرنے والے آہنی گیٹ کے قریب ذرا سا رک کر سانس درست کیا۔ اس سے پہلے کہ وہ دائیں جانب والے دروازے پر دستک دیتا۔ کانفرنس روم کا دروازہ کھلا اور اعلیٰ حکومتی عہدیدار کانفرنس روم میں داخل ہو گیا۔ جہاں چار افراد خاموشی کی چادر لپیٹے بیٹھے تھے اور گھونٹ گھونٹ کر کے چائے پی رہے تھے۔ کچھ لمحوں کی خاموشی کے بعد آنے والے نے اس سکوت کو توڑا اور کہا، ''ویل! جینٹل مین! ایک کام تو نہایت عمدگی سے مکمل ہو گیا۔ (بنگلہ دیش کی طرف اشارہ تھا)۔ اب ہمیں اگلے کام کے بارے میں سوچنا ہے۔

سننے والے چاروں حیران تھے کہ آنے والا کس نئے کام کی جانب اشارہ کر رہا ہے کیونکہ ان میں سے کوئی رتی بھر بھی نئے کام کے بارے میں نہیں جانتا تھا۔ ''سکم! جینٹل مین! سکم ..... آپ سوچیں کہ آپ اس بارے کیا مشورہ دے سکتے ہیں۔ اور ہاں! اس سوال کا جواب تلاش کرنے کے لئے آپ کے پاس چوبیس مہینے ہیں۔ اگر حکومت کوئی ایکشن کرنے کا سوچتی ہے تو آپ کیا کر سکیں گے؟ ..... سوچیں! اور سوچ کر اپنی تجاویز

www.pakistanipoint.com

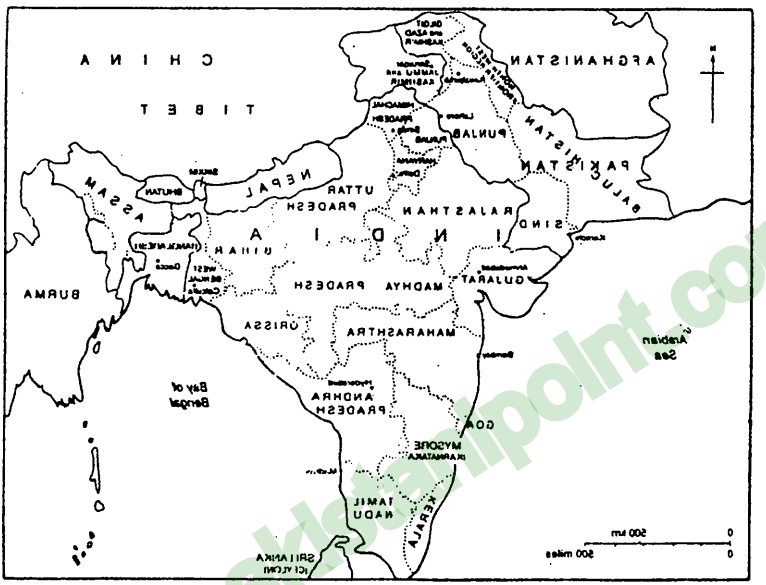

Figure 26 Map of South Asia in 1972

جنوبی ایشیا کا نقشہ (1972) جس میں ''را'' کی چیرہ دستیوں کا شکار ''سکم'' دو چھوٹے ملکوں اور ایک بڑے ملک کے درمیان سینڈوچ بنا نظر آرہا ہے۔ ''سکم'' کو بالآخر بھارت نے ''را'' کے زور پر زیر کرلیا اور اسے بھارت میں شامل کرلیا

www.pakistanipoint.com

جمع کرادیں.....'' باقی گفتگو عام سی تھی کیونکہ یہ کوئی سرکاری اجلاس نہ تھا۔

پرآشوب سکم:

ہمالیہ کے مشرق میں ... تبت، نیپال، بھوٹان اور مغربی بنگال میں گھرا ہوا خوبصورت، جادوئی علاقہ سکم واقع ہے۔ اس کی سیاسی اہمیت یہ ہے کہ سکم بھارت کی سرحد پر واقع ہے۔ سترہ مارچ 1890ء کو برطانیہ اور چین کے مابین ہونے والے ایک معاہدے کے تحت تبت اور سکم کی سرحد پہاڑوں کا وہ سلسلہ قرار پایا جو دونوں اطراف کی پہاڑی ندیوں کو علیحدہ کرتا ہے۔ سکم میں چار نسلی گروپ رہائش پذیر ہیں۔ ان میں لیپ کاس، بھوٹیاز، نیپالی اور ٹی سنز شامل ہیں۔ ان میں سے قدیم ترین باشندے لیپ کاس ہیں۔ انہیں رانگ پا کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔ لیپ کاس جن کے بارے میں یہ خیال ہے کہ یہ یہاں کے قدیم ترین رہائشی ہیں۔ یہ آسام سے ہجرت کر کے آئے تھے۔ جبکہ بھوٹیاز چودھویں صدی میں تبت سے ہجرت کر کے آئے تھے۔ بعد ازاں اٹھارہویں اور انیسویں صدی میں نیپالی ادھر آئے اور انہوں نے یہیں قیام کیا۔ سکم کے حکمران لیپ کاس، بھوٹیاز سے تعلق رکھتے تھے اور اپنے عقیدے کے لوگوں کی حمایت کرتے تھے۔ یہ چاہتے تھے کہ نیپالی یہاں سے نکل جائیں۔ جو کہ غیر معمولی تعداد میں یہاں آن بسے تھے۔ یہ حکمران جماعت اور ملک کے ایک اکثریتی گروپ کے مابین ایک مستقل تنازعہ بن گیا تھا۔

سکم کی ابتدائی تاریخ خاندانی تنازعوں اور ہمسایہ ریاستوں کے ساتھ طویل لڑائیوں سے عبارت تھی۔ بھارت میں انگریزوں کی حکومت کے ساتھ سکم انگریزوں کے سیاسی تسلط میں آ گیا تھا۔ چنانچہ 1835ء میں ایک معاہدہ ہوا لیکن اس کے بعد تبت اور سکم میں تنازعات کھڑے ہو گئے۔ جنہیں 1890ء کے اینگلو چائینز معاہدے کے تحت حل کر لیا گیا۔ اس معاہدے کے تحت یہ علاقہ انگریز حکومت کے ماتحت تھا اور اس انگریز کے تحت ہی کام کرنے کی آزادی تھی۔ اس معاہدے کو چین نے بھی قبول کر

لیا تھا۔ 1889ء میں کلائیڈ وائٹ کو یہاں پہلا برٹش پولیٹیکل افسر تعینات کیا گیا جو کہ اس مملکت کا اصل حکمران تھا۔ 1935ء کے بھارتی آئین کے مطابق سکم بھارت کی ایک ریاست بن گیا۔ تاشی نم گھیال کے عہد میں یہاں متعدد لبرل اصلاحات متعارف کروائی گئیں۔

وائسرائے ہند لارڈ ویول نے مئی 1946ء میں اعلان کیا کہ ریاستوں اور تاج برطانیہ کے مابین سیاسی انتظامات عنقریب ختم کر دیئے جائیں گے۔ مارچ 1950ء میں سکم کی حیثیت واضح ہوگئی۔ سکم نے یہ طے کر لیا کہ سکم بھارت کے زیر تسلط ایک طفیلی ریاست کے طور پر قائم رہے گا۔ بھارتی حکومت اس ریاست کی خارجہ پالیسی، دفاع اور مواصلات کی ذمہ دار ہوگی۔ جبکہ دیگر اندرونی معاملات میں حکومت آزاد ہوگی۔ لیکن امن و امان کے قیام کی ذمہ داری بھارت پر ہوگی۔ سکم کی مصروف جماعت سکم نیشنل پارٹی کا مطالبہ تھا کہ جس طرح برطانوی حکومت کے ساتھ سکم کے تعلقات تھے اسی طرح سکم کو یا تو بھارت میں مدغم کیا جائے یا اس سے وابستگی کا اعلان کیا جائے۔ کم و بیش سٹیٹ کانگریس کا بھی یہی مطالبہ تھا۔ سکم کی حکومت نے سٹیٹ کانگریس کے کچھ راہنماؤں کو گرفتار کیا اور سکم دربار نے فیصلہ کیا کہ منتخب نمائندوں پر مشتمل ایک عبوری حکومت تشکیل دی جائے۔ اس مرحلے میں سکم میں تین گروپ بن گئے تھے۔ بھارتی حکومت سکم کے عوام کی سماجی و اقتصادی ترقی چاہتی تھی۔ سکم کے عوام ایسی حکومت چاہتے تھے جو لوگوں کی نمائندہ ہو جبکہ ایک گروپ اس وقت موجود صورتحال کو برقرار رکھنا چاہتا تھا۔

سی آئی اے کی شمولیت:

''را'' کی رپورٹوں میں یہ نشاندہی کی گئی تھی کہ سی آئی اے نے سکم کی اس چھوٹی سی مملکت کے معاملات میں غیر معمولی دلچسپی لینا شروع کر دی ہے۔ چنانچہ ''را'' نے اس معاملے میں خود کو ملوث نہ کیا۔ اس دوران کلکتہ میں سی آئی اے کے ریذیڈنٹ ایجنٹ نے

سکم میں مختلف گروپوں سے رابطہ بڑھا دیئے۔ یہ اطلاعات بھی ملیں کہ وہاں کے حکمران سے یہ کہہ دیا گیا تھا کہ وہ سکم کے ایک آزاد اور خودمختار ملک ہونے کا اعلان کر دیں، جس کا اپنا ایک الگ پرچم اور الگ قومی ترانہ ہو۔ کچھ ایسے اشارے بھی ملے کہ سکم کے حکمران چوگیال کو یہ عندیہ دیا جا رہا تھا کہ سکم کو اقوام متحدہ کا رکن بنا لیا جائے گا۔ اس طرح حرص پر مبنی سکم کے کھیل کا آغاز ہوا۔ چوگیال کے لئے مناسب اصلاحات کی تشکیل کے لئے اقدامات تجویز کئے گئے۔ سی آئی نے چوگیال کو وقتاً فوقتاً بریفنگ دی کہ چین سکم میں مداخلت کر سکتا ہے۔ جبکہ ''را'' کی رپورٹ یہ تھی کہ چین ایسا نہیں کرے گا۔

اعداد و شمار کا حصول:

سکم بہرحال بنگلہ دیش نہیں تھا، کسی بھی طرح کی مہم جوئی بھارت کے لئے اندرونی طور پر اور بین الاقوامی سطح پر سنگین مسائل پیدا کر سکتی تھی۔ اس مسئلے کا حل سیاسی گفتگو میں پنہاں تھا۔ بھارت کے لئے نہ تو ایک کمزور سکم قابل قبول تھا نہ ہی بھارت سکم کے معاملات میں کسی اور ملک کی مداخلت برداشت کر سکتا تھا۔ ''را'' کے تربیت یافتہ لوگ سکم کے چار ضلعی ہیڈکوارٹرز، گینگ ٹاک، مانگن، نام چی اور گیال شنگ کو روانہ کئے گئے۔ انہوں نے خاموشی سے اپنے کام کا آغاز کر دیا اور کسی متوقع آپریشن کے لئے اعداد و شمار اکٹھے کرنے شروع کر دیئے۔ اٹھارہ ماہ کے بعد ان چار لوگوں نے جنہیں ''را'' کے ہیڈکوارٹر میں اعلیٰ افسران نے بریف کیا تھا۔ سکم میں متوقع آپریشن کے بارے میں تمام اعداد و شمار اکٹھے کر لئے۔ تب وزیراعظم اندرا گاندھی کو سکم کے آپریشن بارے ایک بھرپور بریفنگ دی گئی۔ یہ بات اب روز روشن کی طرح عیاں تھی کہ سی آئی اے کی طرف سے سکم میں شخصی حکومت کا تجربہ کامیاب نہ ہوا تھا اور اس کے نتیجے میں قتل و غارت ہوتی تھی۔ یہ بھی واضح تھا کہ ایک کمزور ہمسایہ بھارت کی قومی سلامتی کے لئے شدید خطرہ بن سکتا ہے۔

سکم کے اندرونی معاملات بد سے بدتر ہوتے جا رہے تھے۔اس دوران ''را'' کو آگے بڑھنے کا سگنل دیا گیا۔ وزیراعظم نے جب یہ پوچھا کہ سکم میں آپریشن کے آغاز کے لئے کتنا عرصہ درکار ہوگا تو وہ جواب سن کر حیران رہ گئیں۔انہیں بتایا گیا کہ صرف چوبیس گھنٹے کے نوٹس پر بھارت سکم میں آپریشن کا آغاز کرسکتا ہے۔

راہنماؤں کے قتل کی سازش:

''را'' نے اس دوران ایک شخص سونم تشرنگ کو گرفتار کیا اور اس کی گرفتاری سے ایک بہت بڑی سازش بے نقاب ہوگئی۔ سونم تشرنگ نے اپنی حراست کے دوران اعتراف کیا کہ اس کی خدمات سکم کی کانگریس کے کچھ راہنماؤں کو قتل کرنے کے لئے حاصل کی گئی تھیں۔اپنے اعتراف جرم میں اس نے بتایا کہ اسے کیپٹن یونگا نے اسلحہ اور نقدی دی تھی۔کیپٹن یونگا، چوگال کے اے ڈی سی کے طور پر خدمات سرانجام دے چکا تھا اور حالیہ نیپال کے دورے میں اس کے ہمراہ تھا۔''را'' نے سکم سے دو کلومیٹر دور ہائی وے پر چھاپہ مار کر کیپٹن یونگا کو گرفتار کرلیا۔کیپٹن یونگا نے بعد ازاں اعتراف کیا کہ اصل میں ان راہنماؤں کے قتل کی ہدایت چوگال کی طرف سے کی گئی تھی۔اس نے بتایا کہ یہ منصوبہ دو ماہ قبل بنایا گیا تھا اور منصوبہ اس لئے تشکیل دیا گیا تھا کہ اس سے سکم میں انتشار اور بدنظمی پیدا ہو۔منصوبے میں قتل و غارت کے دوران بم دھماکے اور لوٹ مار کے واقعات بھی شامل تھے۔اس منصوبے پر عملدرآمد کے لئے گینگ ٹاک سے آٹھ افراد کرائے پر حاصل کئے گئے۔جبکہ دیگر سٹاف کرائے پر سکم سے حاصل کیا گیا اور انہیں تربیت کے ساتھ ساتھ اسلحہ بھی فراہم کیا گیا۔سکم گارڈز سے اسلحہ اور دیگر بارود حاصل کر کے ان ایجنٹوں کو فراہم کیا گیا اور ہر ایک کو پہلی قسط کے طور پر دو ہزار روپے نقد ادائیگی کی گئی۔ان ایجنٹوں میں ایسی دستاویزات بھی تقسیم کی گئیں کہ بھگدڑ مچانے کے بعد اگر سکم سے بھاگنا چاہیں تو قانونی طور پر انہیں کوئی دشواری نہ ہو۔چار روز کے بعد پولیس نے کیپٹن یونگا کا بیان ریکارڈ کیا اور پھر گیارہ اپریل کو چوگال کے محل کے قریب واقع

ایک مکان پر چھاپہ مار کر اسلحہ و بارود بھی برآمد کیا گیا۔ بعد ازاں حکومت نے چوگال کے اس بیان کو احمقانہ قرار دیا کہ جس میں اس نے یہ مؤقف اختیار کیا تھا کہ یہ اسلحہ شر پسندوں کے ہاتھ لگنے سے بچانے کے لئے یہاں جمع کیا گیا تھا۔

''را'' کے جوابی اقدامات:

''را'' نے سکم میں ایسے افراد سے رابطے کئے جو وہاں ایک جمہوری حکومت کی تشکیل میں مدد کر سکتے تھے۔ ایک چیز جو بڑی واضح تھی وہ سکم کے عوام میں موجود تبدیلی کی خواہش تھی۔ وہ اپنے ملک کا انتظام چلانے کے سلسلے میں یک آواز تھے۔ ان میں لیپ کاز کی تعداد پچیس ہزار، بھوٹیاز تئیس ہزار، جبکہ نیپالی (1971ء کی مردم شماری کے مطابق) ایک لاکھ چونتیس ہزار تھے۔ ''را'' کے لئے چوگال کے خلاف لوگوں کو منظم کرنا کوئی مشکل کام نہ تھا کیونکہ رائے عامہ ویسے ہی چوگال کے خلاف تھی۔

''را'' نے لوگوں میں گھس کر ایسے افراد کا چناؤ کیا جن کی بات لوگ سنتے اور تسلیم کرتے تھے۔ ایسے منتخب افراد کی ڈیوٹیاں لگا دی گئیں کہ وہ گھر گھر جا کر رائے عامہ چوگال کے خلاف کر دیں۔ اس مقصد کے لئے ''را'' کو فنڈز فراہم کئے گئے۔ فنڈز لینے والے چند لوگوں کا یہ خیال تھا کہ یہ ''خطرناک دولت'' ہے۔ چنانچہ ایسا سوچنے والوں کو اس ''خطرناک دولت'' سے دور رکھا گیا۔ اس دوران چوگال نے ایک امریکی خاتون ہوپ کک سے شادی کر لی۔ عوام میں چوگال کے خلاف لاوا پکنے کا عمل تیز ہو گیا۔ اپریل 1973ء میں چوگال کی جان بچانے کے لئے بھارت سرکار کو مداخلت کرنا پڑی۔ آٹھ مئی 1973ء کو چوگال نے ایک معاہدے پر دستخط کر دیئے۔ جس کے تحت ایک نیا آئین تشکیل دیا جانا تھا۔ اس آئین میں درج تھا کہ سکم میں ایک فرد ایک ووٹ کی بنیاد پر چار سال بعد عام انتخابات ہوں گے۔

23 اپریل 1974ء کو الیکشن ہوئے تین جماعتوں نے انتخابات میں حصہ لیا۔ ان میں سکم سٹیٹ کانگریس، سکم نیشنل پارٹی اور پرجا میلان پارٹی شامل تھیں۔ انتخاب کا نتیجہ

آیا تو سکم سٹیٹ کانگریس نے بتیس میں سے اکتیس نشستیں حاصل کی تھیں۔ اس کی قیادت مسٹر قاضی کر رہے تھے۔ سکم کی قومی اسمبلی نے بھارتی یونین کے ایک رکن کی حیثیت سے بھارت سے الحاق تجویز کیا۔ بھارتی پارلیمنٹ نے 1974ء کے آئین میں 36ویں ترمیم کی اور سکم کو ایک ملحقہ ریاست بنا لیا۔ اس سے معاملات مزید الجھ گئے۔ اب چوگال اور سکم نیشنل اسمبلی کے درمیان محاذ آرائی کا آغاز ہو گیا۔ بالآخر 26 اپریل 1975ء کو متعدد محاذ آرائیوں کے بعد بھارت کی پارلیمنٹ نے آئین میں 38ویں ترمیم منظور کی اور سکم کو انڈین یونین کی بائیسویں ریاست (صوبہ) بنا لیا۔ ''را'' نے کشت وخون کے بغیر ایک شاہی ریاست کو بھارت کی ایک ریاست بنانے میں مدد دی۔

www.pakistanipoint.com

باب 7

بھارتی بم.....''را'' کی نگرانی میں!

1968ء کا زمانہ.....

بھارتی سائنسدانوں کی طرف سے پلوٹونیم پلانٹ پر کام کے چار سال بعد پلوٹونیم کا ایک قابل ذکر ذخیرہ جمع کر لیا گیا تھا۔ وکرم سارا بھائی نے مسز گاندھی سے ملاقات کی اور انہیں بتایا کہ حکومت اگر خواہش کرے تو سائنسدان ایٹمی دھماکہ کرنے کے لئے تیار ہیں۔ مسز گاندھی نے اپنے رفقاء سے صلاح ومشورے کے بعد بھارتی سائنسدانوں کو گرین سگنل دے دیا۔ پورنیما پراجیکٹ کی توثیق کے بعد اب یہ اور ضروری ہو گیا تھا کہ اسے بھارتی عوام اور دنیا کی نظروں سے چھپا کر رکھا جائے۔ اس ایٹمی منصوبے کو راز میں رکھنے کے لئے اس کی سیکورٹی کا کام ''را'' کے سپرد کر دیا گیا۔ اندرون ملک ''را'' کے سپرد کیا جانے والا غالباً یہ پہلا کام تھا۔

پورنیما:

پورنیما پراجیکٹ کے لئے ایک کثیر رقم درکار تھی۔ **1964ء** کے اختتام پر ہومی بھابھا نے بیان دیا جو بہت مشہور ہوا۔ ہومی نے کہا تھا کہ ''بھارتی سائنسدان اور انجینئرز اٹھارہ ماہ کے اندر ایٹم بم بنا سکتے ہیں۔'' بھارتی سائنسدان نیوکلیئر ایندھن کو سائیکل

کرنے کے ہر پہلو کا تجربہ رکھتے تھے۔ دیگر الفاظ میں بھارت کے ماہرین ارضیات، مائننگ انجینئر اور کیمیکل انجینئر ایندھن کی پیداوار کے تمام طریقوں سے واقف تھے۔ اس کا آغاز بہار میں زمین کھود کر یورینیم نکالنے کے عمل سے ہوا۔ اب نیوکلیئر انجینئر بھاری پانی کے پلانٹ تیار کرنے میں مصروف ہو گئے۔ نیوکلیئر کیمیا دانوں نے فرانس کے تعاون سے پلوٹونیم کو علیحدہ کرنے کا ایک پورٹو کی طرز کا پلانٹ تیار کیا۔ اس منصوبے میں 1964ء میں کینیڈا سے منگوائے جانے والے دو پاور ری ایکٹرز راجستھان میں تعمیر کئے گئے۔ کینیڈا کی ہمت افزائی کے ساتھ ان ری ایکٹروں کے متعدد حصے مکمل طور پر یا جزوی طور پر بھارت میں تیار کئے گئے۔ اس نے بھارت کے نیوکلیئرائزیشن کے عمل کو تیز کر دیا۔ اس عمل کو مکمل کرنے کے لئے کچھ پرائیویٹ انجینئرنگ کمپنیوں نے بھی تعاون کیا۔ ان میں لارسن ٹوبرو انڈیا لمیٹڈ، مول چند نگر لمیٹڈ اور بھارت الیکٹرانکس لمیٹڈ شامل ہیں۔

1970ء میں ری ایکٹر تکمیل کے قریب پہنچ گیا تھا کہ ایک روز سنڈے ٹیلیگراف کے نامہ نگار نے بھارت کے ایٹمی پروگرام بارے پہلی خبر بریک کی اس خبر میں بتایا گیا تھا کہ پچیس جنوری کو ایک کمیٹی قائم کی جا رہی ہے جو ایٹمی پروگرام پر ہونے والے اب تک کے اخراجات کا جائزہ لے گی۔ اس خبر کے بعد ''دی ہندو مدارس'' کی پچیس مئی کی اشاعت میں ایک مضمون شائع ہوا۔ جس کا عنوان ''نیوکلیئر پروفائل'' تھا۔ اس میں بتایا گیا تھا کہ ستائیس سو میگاواٹ کی طاقت کا ایٹم بم 1980ء تک مکمل ہو جائے گا۔ اس کے بعد اس نوع کے متعدد مفروضوں پر مبنی خبروں کا سلسلہ چل نکلا۔ چونکہ بم کی تیاری کے لئے زیادہ تر مواد اندرون ملک ہی تیار کیا گیا تھا اس لئے زیادہ تر اخبارات مفروضوں پر مبنی کہانیاں شائع کرتے رہے۔

ایک موقع پر ''را'' نے جدید ٹیکنالوجی کی ٹریننگ کے لئے مقامی فرموں میں سے کچھ افراد کو منتخب کیا اور انہیں تربیت کے لئے کینیڈا روانہ کیا گیا۔ انہیں ٹریننگ کے لئے

www.pakistanipoint.com

ایک سخت شیڈول دیا گیا جس کے اندر اندر انہیں سیکھ کر وہاں سے واپس آنا تھا۔ بیرون ملک کام کرنے والے کچھ بھارتی شہریوں کو ''را'' میں بطور ایجنٹ تعینات کیا گیا کہ وہ پاکستان کے ایٹمی پروگرام بارے سن گن لیتے رہیں۔ تب ''را'' کا یہ خیال تھا کہ اپنے معاشی وسائل اور تکنیکی عمل کے باوجود پاکستان اس قابل نہیں ہوگا کہ وہ 1985ء سے قبل ایٹم بم بنا سکے۔ آغاز میں بھارت کے پاس اندرون ملک یورینیم افزودہ کرنے کی صلاحیت نہیں تھی۔ نیوکلیئر ٹیکنالوجی میں ترقی کا انحصار اس بات پر تھا کہ ملک کے اندر سے پلوٹونیم ملے۔ 1964ء میں سرس کاری ایکٹر بنایا گیا۔ اس ری ایکٹر میں یہ صلاحیت تھی کہ یہ دس کلوگرام پلوٹونیم تیار کر سکتا ہے۔ (اس مقدار سے سالانہ دو چھوٹے ایٹم بم بنائے جا سکتے ہیں) تاہم سرس کے ری ایکٹر کو شدید مشکلات کا سامنا تھا اور یہ اپنی صلاحیت سے بہت کم مقدار میں پیداوار دے رہا تھا*۔

دسمبر 1972ء میں ایک جدید طریقہ استعمال کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ یہ طریقہ کامیاب رہا، پھر اٹامک انرجی اسٹیبلشمنٹ اور ''را'' (پوکھران ٹیسٹ کی سیکورٹی کی نگرانی کرنے والی ٹیم) مل بیٹھے اور ایک منصوبہ تیار کیا۔ تب بھارت نے پارشل ٹیسٹ بین ٹریٹی (ایک ایسا عالمی معاہدہ کہ جس پر دستخط کا حامل ملک ایٹمی تجربے کو جزوی طور پر بھی سرانجام نہیں دے سکتا) پر دستخط کئے تھے۔ اب بھارت نے جو دھماکہ بھی کرنا تھا اسے زیر زمین اور انتہائی خفیہ رکھ کر کرنا تھا۔

سخت سیکورٹی پلان:

''را'' کا ''جاننے کی ضروت کا اصول'' کامیاب رہا اور اس اصول پر عمل کرنے سے صرف چند اعلیٰ سطحی افراد کو ایٹم بم بارے پتہ چل سکا۔ ان میں وزیراعظم اندرا گاندھی، ہومی ساتھنا (انہیں سارا بھائی کی وفات پر جنوری 1972ء میں ان کی جگہ تعینات کیا گیا تھا) بطور سیکورٹی اٹامک انرجی ڈیپارٹمنٹ، چیئرمین اٹامک انرجی ڈیپارٹمنٹ، چیئرمین اٹامک انرجی کمیشن، ڈاکٹر راجہ رمنا (نیوکلیئر طبیعات دان، یہ بھابھا

اٹامک ریسرچ سنٹر میں اپنے شعبے کے سربراہ تھے)، ڈاکٹر پی کے آئین گر اور ''را'' کے آر این کاؤ شامل تھے۔

ملک کے مختلف حصوں میں مختلف اداروں کو ایٹم بم کے پرزے علیحدہ علیحدہ جگہوں پر تیار کرنے کا کام سپرد کیا گیا۔ یہ الگ الگ گروپ دھماکے سے تھوڑا ہی عرصے قبل ایٹمی دھماکے کی جگہ پر اکٹھے ہوئے۔ آرمی کے انجینئرز کی ایک ٹیم، جس نے ایٹم بم چلانے کے کام میں حصہ لیا غالباً جنوری میں پیش قدمی کی۔ ایک مبصر کے بقول، فوج کی نقل وحرکت معمول کی فوجی مشقوں پر محمول کی گئی۔ اس کا پوکھران کے ایٹمی تجربے سے کوئی تعلق نہ تھا۔ بھارت کے مغربی حصے میں واقع آندھرا پردیش کے جنگل میں 1973ء میں ایک جعلی (مصنوعی) کیمیکل دھماکہ کیا گیا تاکہ دھماکے کے لئے درست جگہ کا انتخاب کیا جا سکے۔ اس دھماکے سے بیرونی مبصروں کو یہ تاثر ملا کہ بھارت کا ایٹمی دھماکہ ناکام ہو گیا ہے۔ را نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور ان مفروضوں اور افواہوں کو مزید ہوا دی گئی۔ اس سے غیر ملکی مبصروں کو کچھ عرصہ کے لئے ٹھنڈ پڑ گئی۔

سیاسی سطح پر وزیراعظم اندرا گاندھی کو روز بروز ہونے والی کارروائی سے باخبر رکھا جا رہا تھا۔ یہ افواہ کہ بھی اندرون خانہ چلی کہ سلیکٹ کمیٹی کے اجلاس کے دوران لئے گئے نوٹس بے احتیاطی سے اسی میز پر چھوڑ دیئے گئے تھے۔ اس پر ''را'' نے ہدایت جاری کی کہ اس طرح کہ کسی اجلاس میں کسی قسم کے نوٹس ریکارڈ نہیں کئے جائیں گے۔ تحریری صورت میں نہ آواز کی صورت میں۔ اس موضوع پر کابینہ میں گفتگو سے پرہیز کیا گیا۔ اس طرح کے اجلاسوں کی کارروائی کو انتہائی خفیہ رکھنے کے لئے ایک طریقہ کار اپنایا گیا۔ جو کہ اب ایک روایت بن چکی ہے کہ اب کسی بھی خفیہ اجلاس کے بعد تمام کاغذ، ردی کی ٹوکری میں جانے والے کاغذ، ٹائپ رائٹروں کے ربن اور کاربن پیپرز جلا دیئے جاتے ہیں۔

---

* "India's nuclear bomb" - publisher; vikas

www.pakistanipoint.com

پوکھران کا دھماکہ:

18 مئی 1974ء کو بھارت نے پندرہ کلوٹن پلوٹونیم پر مبنی ایٹم بم کا دھماکہ کیا۔ پوکھران کے دھماکے کے اگلے روز دنیا بھر کے اخبارات نے اسے شہ سرخیوں سے شائع کیا۔ ان خبروں نے غیر ملکی مبصروں کو حیرت کے سمندر میں ڈبو دیا۔ ''را'' نے دھماکہ ہونے تک اس خبر کو سات پردوں میں چھپائے رکھا۔

نہرو کی زندگی میں ہی بھارت کو ایٹمی طاقت بنانے کا مطالبہ شروع ہو گیا تھا اور جب 1964ء میں چین نے دھماکہ کیا تو یہ مطالبہ شدت اختیار کر گیا کہ بھارت کو بھی ایک ایٹمی طاقت ہونا چاہئے۔ سیاسی جماعتوں نے اس مسئلے پر حکومت پر دباؤ ڈالنا شروع کر دیا۔ شاستری کا رویہ نیوکلیئر پاور بارے معتدل تھا۔ اسی دوران ڈاکٹر ہومی بھابھا طیارے کے حادثے میں ہلاک ہو گئے یہ 1965ء کے اواخر کی بات ہے۔

ہومی بھابھا کے طیارے کا فضا میں پھٹنا ابھی تک ایک معمہ بنا ہوا ہے۔ اس کے پس پردہ عوامل ابھی تک منظر عام پر نہیں آ سکے۔ ہومی بھابھا ایک نیوکلیئر طبیعات دان تھے۔ انہوں نے اپنے شوق سے نیوکلیئر ریسرچ پلان پر تحقیق کا آغاز کیا تھا۔ بھارتی سائنسدانوں نے بھابھا کے بنائے ہوئے راستے پر چل کر ایٹم بم بنانے میں کامیابی حاصل کی۔

نہرو نے 26 جون 1964ء میں بمبئی میں ایک جلسۂ عام سے خطاب کرتے ہوئے بھارت کے ایٹمی طاقت ہونے کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار یوں کیا تھا۔

''دنیا میں ہر ملک کو جدید سائنسی تحقیق کو اپنے دفاع کے لئے استعمال کرنے کا حق ہے۔ اور جہاں تک بھارت کا تعلق ہے تو مجھے امید ہے کہ بھارتی سائنسدان ایٹمی طاقت کو تعمیری مقاصد کے لئے استعمال کریں گے۔ لیکن اگر بھارت کو دھمکی دی گئی اور اسے ڈرایا گیا تو بھارت اپنے دفاع کے لئے کوئی بھی انتہائی قدم اٹھانے سے گریز

نہیں کرے گا۔''

چونتیس سال گزرنے کے بعد بھی نہرو کے خیالات ایٹمی مسئلے کے بارے میں بہترین خیالات تصور کئے جاتے ہیں۔ دنیا کی کوئی فارن انٹیلی جنس ایجنسی بھارتی ایٹمی دھماکے سے قبل اس کی صلاحیت بارے نہ جان سکی۔ اب دنیا بھر کی ایجنسیاں بھارت کے ایٹمی پروگرام میں ہونے والی پیش رفت پر نگاہ رکھے ہوئے ہیں۔ کیا یہ ایجنسیاں اپنے مقاصد میں کامیاب ہو جائیں گی؟ اس کا انحصار ''را'' پر ہے کہ وہ اپنا فرض کتنی مستعدی سے سرانجام دیتی ہے۔

www.pakistanipoint.com

باب 8

''را'' کی سودے بازی

26 جون 1975ء میں ایمرجنسی کا اعلان ...... **پھر ایمرجنسی کا خاتمہ** ......
جاناسنگھا، سوشلسٹ پارٹی، اپوزیشن کانگریس اور بھارتیہ لوگ دل پر مشتمل پارٹیوں کا 22 مارچ کو جنتا پارٹی بنانے کا اعلان ...... جنتا پارٹی کی انتخابات میں جیت اور پھر جنتا حکومت کی تشکیل ...... یہ وہ تبدیلیاں تھیں جو فارن انٹیلی جنس بیورو میں ہونے والی غیر معمولی تبدیلیوں کا پیش خیمہ ثابت ہوئیں۔ جنتا حکومت کا ایک قابل تحسین کام یہ تھا کہ اس نے اپنے قہر کے لئے ''را'' کونشانے پر لے لیا تھا۔ ان کو اس بات کا کامل یقین تھا کہ ''را'' نے ایمرجنسی کے دوران قابل ذکر کردار ادا کیا ہے۔ ان کو یقین تھا کہ ''را'' نے اندرا گاندھی کے سپاہیوں کا سا کردار ادا کیا ہے اور اندرا گاندھی کی دولت باہر بجھوانے میں بھی ''را'' کا کردار ہے۔

''را'' کے منہ پر ایک خوفناک تھپڑ!

ایس این: را کوئی ایسی تنظیم نہیں جس پر شرمندگی ہو!

ایم ڈی: میرا خیال ہے یہ شرمندگی والی بات ہے!!

ایم ڈی: مجھے پتہ چلا ہے کہ تمہارے ڈیپارٹمنٹ میں ایک بڑی تعداد میں ریٹائرڈ

www.pakistanipoint.com

لوگوں کو ملازم رکھا گیا ہے۔

ایس این : یس سر! لیکن یہ اپنے اپنے شعبوں کے ماہرین ہیں سر! اور دوبارہ قواعد و ضوابط کے تحت ان کی تقرری کی گئی ہے۔

ایم ڈی : ان سب کو نکال دو!

ایم ڈی : مجھے یقین ہے کہ را ملک کے اندرونی معاملات میں مداخلت کرتی رہی ہے۔تم اس بارے میں کیا کہتے ہو؟

ایس این : نو سر! یہ بات درست نہیں۔تما آپریشن ہندوستان سے باہر کیے گئے۔

ایم ڈی : لیکن تمہاری سرگرمیاں انتہائی غیر اخلاقی، پرلے درجے کی اور انتہائی گھٹیا تھیں اور تم بہت بے قاعدگیاں کی ہیں؟

ایس این : یہ ''را'' کے بیرونی آپریشن تھے..... سر!

ایم ڈی : اس سے ان آپریشنوں کا غیر اخلاقی پن کم نہیں ہوتا۔تم جتنے بھی آپریشنز پر کام کر رہے ہو! سب بند کر دو!

ایس این : اگر ہم نے ایسا کیا تو ان میں سے کچھ کو بند کرنے کا یہ مطلب ہو گا کہ ہم نے اپنے عہد سے روگردانی کی ہے اور یہ حکومت کے اعتماد کو ٹھیس پہنچانے والی بات ہو گی..... سر!

ایم ڈی : مجھے اس کی پرواہ نہیں!!! تمام آپریشنز بند کر دو۔اور ''را'' کے عملے کی تعداد آدھی کم کر دو۔ہمیں اتنی بڑی تنظیم کی ضرورت نہیں۔ مجھے اس بارے میں جتنا جلدی ممکن ہے۔رپورٹ کرو!

یہ گفتگو وزیراعظم میرار جی ڈیسائی اور ''را'' کے چیف کے سنکرائن نائر کے مابین جنتا حکومت کے اقتدار میں آنے کے کچھ عرصہ بعد ہوئی۔(نائر سے کچھ عرصے کے بعد جب میری گفتگو ہوئی تو اس نے اس ملاقات کی تصدیق کی اس دوران نائر چیف کے عہدے سے مستعفی ہو چکے تھے) وہ ''را'' ..... جسے سالوں کی محنت شاقہ سے بنایا گیا تھا

ایک ہی حکم کے ساتھ زمین بوس ہوگئی۔ جنتا حکومت نے اپنے فیصلے پر شائد عملدرآمد کا آغاز کر دیا تھا۔ جنتا حکومت ہی نے سب سے پہلے ''را'' کے اولین چیف آر این کاؤ کو فارغ کیا اور نائر کو حکم دیا گیا کہ وہ ''را'' کے چیف کے طور پر ذمہ داریاں سنبھال لے۔ نائر ان دنوں جائنٹ سیکرٹری تھا۔ وہ اس فیصلے سے سخت ناخوش تھا۔ اس نے اس موقع پر ریمارکس دیتے ہوئے کہا تھا کہ موجودہ صورتحال میں ایک موثر فارن انٹیلی جنس سروس کی زیادہ ضرورت ہے۔ بھارت اب سپر پاورز کی توجہ کا مرکز بن جائے گا۔ وزیراعظم مرزاجی ڈیسائی سے ملاقات کے بعد نائر نے اپنے قریبی حلقے میں ریمارکس یوں دیئے تھے۔ ''وزیراعظم مرزاجی ڈیسائی بھارت کی قومی سلامتی کا سب سے بڑا دشمن ہے۔'' نائر نے جو الفاظ بیان کئے تھے ان کی اہمیت وہ بخوبی سمجھتا تھا۔

''را'' کو قتل کرنے کے لئے یہ بہت اہم اور موزوں وقت تھا جس کا کچھ لوگوں کو مدت سے انتظار تھا۔ مرزاجی ڈیسائی مختلف سیکرٹریوں سے وقتاً فوقتاً اپنی بات چیت مکمل کر چکے تھے کہ ''را'' کی تقرری کم کی جانی چاہئے۔ کیبنٹ سیکورٹی ایس این مکرجی نے اس سلسلے میں ڈیسائی کو تجویز پیش کی کہ ''را'' کا عہدہ سیکرٹری سے کم کر کے ڈائریکٹر تک لایا جائے۔ مکرجی نے یہ بھی تجویز کیا کہ سول سروس میں سے کسی کو یہ ذمہ داری دی جائے کہ وہ اس کی نگرانی کرے (دوسرے لفظوں میں یہ ذمہ داری خود مکرجی کو دی جائے) مرزاجی ڈیسائی نے بغیر حیل وحجت کے فوری یہ تجاویز قبول کر لیں۔

نائر کا استعفیٰ:

مکرجی اس وقت دوہرا کھیل کھیل رہے تھے وہ نائر کو بھی خوش کرنا چاہتے تھے اور وزیراعظم ڈیسائی کو بھی ناراض نہیں کرنا چاہتے تھے۔ مکرجی نے نائر کو اپنے دفتر بلایا اور اسے وزیراعظم کے خیالات کے ضمن میں ایک طویل تمہید سنائی کہ وزیراعظم کی اس سلسلے میں کیا خواہش ہے اور وہ اس سے کیسے نبٹنا چاہتے ہیں۔ مکرجی نے نائر سے یہ بھی کہا کہ ایک لحاظ سے یہ ایک اچھی بات ہے کیونکہ اس سے اس کی تنخواہ پہلے جتنی رہے گی اور وہ

ایک شاک آبزرور کی طرح کام کریں گے۔ مکرجی، نائر کو یہ یقین دلاتے رہے کہ سرکاری طور پر نائر کے پاس تمام من پسند اختیارات موجود رہیں گے اور اسے تمام صورتحال سے مطلع کیا جاتا رہے گا۔ اب نائر کو مکرجی کا کھیل سمجھ آنے لگا تھا۔ نائر نے مکرجی سے صاف صاف کہا کہ اگر اسے ان کے ذریعے احکامات دیئے گئے تو وہ استعفیٰ داخل کر دے گا۔ مکرجی کا خیال تھا کہ نائر ان سے کوئی کھیل کھیل رہا ہے۔ مگر مکرجی غلطی پر تھے۔ نائر ایک مضبوط قوت ارادی کا مالک تھا اور کبھی کبھار ہی منہ سے کوئی بات نکالتا تھا۔ جب اس کے منہ سے کوئی بات نکلتی تھی تو پھر اس کی بات دھیان سے سنی جاتی تھی۔ چنانچہ مکرجی کو کہی جانے والی بات کی گونج ''را'' کے تمام دفاتر میں سنی گئی۔

معاملات کی ڈور سلجھانے کے لئے نائر نے وزیراعظم مرزا جی ڈیسائی سے ایک اور ملاقات کی۔ نائر، مرزا جی ڈیسائی سے مکرجی کی باتوں کی وضاحت چاہتا تھا۔ کہتے ہیں کہ اس ملاقات میں وزیراعظم نائر کی کسی بات پر اشتعال میں آ گئے اور انہوں نے نائر پر چلانا شروع کر دیا۔ بعد ازاں انہوں نے نائر کا استعفیٰ قبول کر لیا اور اسے طویل رخصت پر جانے کی اجازت دے دی۔ دونوں نے ہاتھ ملایا اور پھر علیحدہ علیحدہ اپنی راہوں پر چل پڑے۔ وی شنکر جو کہ ڈیسائی اور نائر کی محاذ آرائی کا گواہ ہے، بتاتا ہے کہ شائد زندگی میں پہلی مرتبہ کسی نے ڈیسائی کے سامنے اس طرح سر اٹھا کر بات کی ہو۔

''را'' کا اگلا چیف ..... سنتوک:

نائر کے اس طرح ''را'' سے نکل جانے سے ''را'' ہوا میں معلق ہو گئی تھی۔ کیبنٹ سیکرٹریٹ ''را'' کے چیف کے عہدے کے لئے کسی مناسب شخصیت کی تلاش میں تھا۔ اس دوران دو افراد سامنے آئے۔ ان میں سے ایک آندھرا پردیش کے انسپکٹر جنرل پولیس نارائن راؤ اور چیئرمین جائنٹ انٹیلی جنس کمیٹی این ایف سنتوک شامل تھے۔

یہ افواہ بھی چل نکلی کہ مکرجی بھارتی پولیس سروسز سے کسی افسر کو ''را'' کے چیف کے عہدے پر لانے میں دلچسپی لے رہے ہیں کیونکہ خود مکرجی کا تعلق بھی پولیس سے تھا۔

www.pakistanipoint.com

نائر نے طویل رخصت پر جانے سے پہلے سنتوک کو اس عہدے پر لانے کی سفارش کی تھی۔ کاؤ کی طرح نائر کی بھی خواہش تھی کہ اس کے ساتھ ذاتی طور پر جو بھی ہوا اس سے قطع نظر ''را'' کو بطور ادارہ کوئی نقصان نہیں پہنچنا چاہئے۔ سنتوک کی تقرری کی سفارش اس نے سنتوک کی شخصیت اور اس کی کام سے لگن کو دیکھ کر کی تھی۔ نائر کا یقین تھا کہ سنتوک ''را'' کی تشکیل کے فلسفے کو سمجھتا ہے اور اس پر یقین رکھتا ہے۔

سنتوک نے وزیراعظم کی ہدایت پر ''را'' کے چیف کا عہدہ سنبھال لیا۔ اس سے تقریباً نصف اختیارات لے لئے گئے تھے۔ وہ صرف ''سربراہ'' تھا۔ سنتوک اپنے دونوں پیش روؤں سے مختلف تھا۔ اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ بہت محتاط تھا حتیٰ کہ اپنے سائے سے بھی ڈر جاتا تھا۔ موجودہ صورتحال میں ''را'' کا کام صرف باہر سے آنے والی رپورٹوں کو دیکھنا رہ گیا تھا۔ جبکہ ''را'' کا آپریشنل ڈیپارٹمنٹ مکمل طور پر ایک فالتو چیز بن چکا تھا۔ ''را'' اپنے قیام سے اب تک کا برا ترین دور دیکھ رہی تھی۔

فارن انٹیلی جنس بیورو کے افسران اور ملازمین کے حوصلے بھی آہستہ آہستہ پست ہو رہے تھے۔ باہر سے دیکھنے پر یہ چیزیں نظر نہ آتی تھیں۔ نظام بھی دھیرے دھیرے شکستگی کی طرف مائل ہو رہا تھا۔ متعدد آپریشن اوپر سے ہدایت آنے پر بند کر دیئے گئے تھے۔ ذرائع کے مطابق کاؤ نے وزیراعظم ڈیسائی سے کہا تھا کہ دیگر ملکوں سے غیر قانونی طریقے سے انٹیلی جنس جمع کی جاتی ہے جس پر وزیراعظم ڈیسائی نے کہا تھا کہ ''تو پھر مجھے ایسے ادارے کی ضرورت نہیں ہے، جو اس قسم کے کاروبار میں ملوث ہو۔'' یہ بتانا ناممکن ہے کہ ''را'' نے کتنے آپریشن بند کئے، جن آپریشنوں کی بندش کا پتہ چلا ان کی بھی ایک دردناک کہانی سامنے آئی کہ کس طرح یہ آپریشن بند کئے گئے۔ ان آپریشنوں کو بند کرنے سے قبل کسی معیار پر پرکھنے کی بجائے یہ محض اس وجہ سے بند کر دیئے گئے کہ ''را'' پر الزامات تھے۔

مکتی باہنی سے غداری:

سولہ دسمبر 1971ء کو گیارہ بجے مشرقی پاکستان میں جنرل عبدالقادر (ٹائیگر) صدیقی ..... ایک نوجوان انقلابی مکتی باہنی کا سربراہ ایک نڈر راہنما ایک پاکستانی سٹاف کار میں سوار ہوا۔ کار کے سامنے سیکنڈ انڈین ماؤنٹین ڈویژن کا پرچم لہرا رہا تھا۔ یہ منفرد نظارہ ڈھاکہ میں ..... چار بج کر اکتیس منٹ پر لیفٹیننٹ جنرل امیر عبداللہ خان نیازی کے ہتھیار ڈالنے کی دستاویز پر دستخط کرنے سے کچھ ہی گھنٹے پہلے نظر آیا تھا۔ مکتی باہنی نے تانگیل کا علاقہ میمن سنگھ کے کچھ علاقے اور ڈھاکہ پر قبضہ کیا تھا۔ 1972ء میں شیخ مجیب کی حکومت کے قیام اور آزادی کی جنگ میں مکتی باہنی نے ''را'' اور بھارتی فوج کے ساتھ مل کر ایک ناقابل فراموش کردار ادا کیا تھا۔ واقعات نے جس طرح ڈرامائی موڑ لئے تھے ان کو قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے۔

ٹائیگر صدیقی جس کے بنگلہ دیش آپریشن کے دوران ''را'' کے ساتھ بہت قریبی رابطے تھے۔ اس نے دوبارہ رابطوں کی ان تاروں کو ہلا کر ''را'' سے مدد اور سیکورٹی طلب کی۔ اب بنگلہ دیش میں ٹائیگر صدیقی اور اس کے ساتھی حکومت کو مطلوب تھے۔ ٹائیگر صدیقی مجیب الرحمٰن کی یادوں کو زندہ رکھنا چاہتا تھا۔ اس کے لئے اس نے انتہائی عجلت میں بنگلہ دیشی فوج تشکیل دی تھی۔ وہ مجیب ازم کو ازسرنو زندہ کرنا چاہتا تھا۔ صدیقی نے ''را'' سے مدد لینے کے لئے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ دلی کا دورہ کیا۔ ان کے مطالبات انتہائی سادہ تھے۔ ان کا پہلا مطالبہ تھا کہ ماضی کی طرح اب بھی غیرسرکاری طور پر ان کی مدد کی جائے۔ دوسرا مطالبہ یہ تھا کہ انہیں ازسرنو منظم ہونے کے لئے فنڈز دیئے جائیں۔ بھارتی حکومت نے ان کے مطالبات مان لئے اور شرط عائد کی گئی کہ مکتی فوج بنگلہ دیشی سرحدوں کے اندر رہ کر کام کرے گی اور مجیب کے نظریئے کو فروغ دینا اس فوج کا اولین مقصد ہوگا اور یہ مصیبت میں پھنسنے کی صورت میں بھارتی فوج کی چوکیاں اور ٹھکانے استعمال کر سکے گی۔

مکتی باہنی کے لئے یہ آئیڈیل صورتحال تھی کیونکہ اس سے وہ بنگلہ رائفلز کے

ظلم وستم سے بچ سکتے تھے۔ اس کے بعد مکتی فوج زیادہ تر غیر فعال ہی رہی۔ بھارتی حکومت شیخ مجیب الرحمن سے عقیدت کے علاوہ مکتی فوج کی اس لئے مدد کر رہی تھی کیونکہ شنید یہ تھی کہ بنگلہ دیش کی حکومت میزو کے باغیوں کی مدد کر رہی تھی اور اس ضمن میں چین کو اجازت دے دی تھی کہ وہ انہیں بنگلہ دیش میں تربیت دیں۔ صدیقی گروپ کے بارے میں خیال تھا کہ وہ بنگلہ دیش کو اس قسم کی سرگرمیوں سے بچا رہا ہے۔ ذرائع کے مطابق ''را'' کے ذریعے بھارت نے صدیقی گروپ کی حمایت جاری رکھی۔ ''را'' نے اس ضمن میں ہر طرح کی احتیاط برتی کہ بنگلہ دیش کے اندرونی معاملات میں مداخلت نہ کی جائے۔

ڈیسائی حکومت کے اقتدار میں آنے کے ساتھ ہی منظر نامہ تیزی سے تبدیل ہونا شروع ہو گیا تھا۔ مکتی فوج کے مطابق نہ صرف یہ کہ ان کی امداد بند کر دی گئی بلکہ اس فوج کے دو سو افراد کو گرفتار کر کے بارڈر سیکورٹی فورس کے حوالے کر دیا گیا۔ ایک عرصے سے بنگلہ دیش رائفلز انہیں گرفتار کرنا چاہتی تھی۔ بی ایس ایف نے بعد ازاں وزیراعظم کی ہدایت پر ان گرفتار کئے جانے والوں کو بنگلہ دیش رائفلز کے حوالے کر دیا۔ جن میں اکثر قتل کر دیئے گئے۔ صرف چند ایک بچے جنہوں نے قتل و غارت گری کی یہ کہانی سنائی۔ بچنے والوں میں ٹائیگر صدیقی بھی تھا۔ ٹائیگر صدیقی کی زندگی ''را'' کے میجر مینن کی وجہ سے محفوظ رہی۔ جن کو بی ایس ایف کے حوالے کیا گیا صدیقی ان میں شامل نہ تھا۔ وہ شائد خوش قسمت تھا۔ ذرائع کے مطابق صدیقی ابھی تک یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ ان کے ساتھ دھوکہ کیوں کیا گیا۔ اس کے نزدیک یہ اعتماد کو ٹھیس پہنچانے والی حرکت تھی۔

چکما عورتوں اور بچوں کا قتل:

''را'' کے ساتھ حکومت کا ناصحانہ رویہ جاری تھا بلکہ اب یہ رویہ ناصحانہ سے ایک قدم آگے بڑھ کر جارحانہ ہو گیا تھا۔ اس دوران حکومت نے ''را'' کا ایک اور آپریشن بند کر دیا تھا۔ بنگلہ دیش میں مشرقی سرحدوں کے آخری کنارے کی جانب چٹاگانگ کے

پہاڑی علاقوں میں چکما گوریلے سرگرم عمل تھے۔ بنگلہ دیش کی آزادی کے لئے انہوں نے بھی ''را'' اور فوج کے ساتھ مل کر وہی کردار ادا کیا تھا جو کردار مکتی باہنی کا تھا۔ چکما گوریلوں کے بھی ''را'' کے ساتھ انتہائی قریبی تعلقات تھے۔ جنرل یحییٰ خان کے دور حکومت میں اہل چکما باغی ہو چکے تھے۔

مشرقی پاکستان کی حکومت نے دریائے کپتی پر ایک ڈیم تعمیر کیا تھا۔ اہل چکما کو اس وعدے کے ساتھ وہاں سے بے گھر کیا گیا تھا کہ انہیں کسی دوسری جگہ بسانے کے لئے اراضی فراہم کی جائے گی لیکن دوبارہ آبادکاری کبھی ممکن نہ ہو سکی۔ بلکہ 70ء کی دہائی کے اختتام پر بنگالی مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد چٹاگانگ ہل کے علاقے میں پہنچی اور انہوں نے غریب چکما قبائلیوں کو خریدنے کا سلسلہ شروع کر دیا۔ بعد ازاں مذہبی ایذا رسانی کا بھی آغاز ہوا۔ بنگلہ دیش کے قیام کے کچھ عرصہ بعد تک ان سے تعاون کیا گیا لیکن بنگلہ دیش میں حکومت کی تبدیلی کے ساتھ ہی وہاں مذہبی ایذا رسانیوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ چکما گوریلوں نے مکتی باہنی کی طرح مدد کے لئے بھارت کو پکارا ان کے ''را'' کے ساتھ گہرے رابطے رہے تھے۔ انہوں نے دوبارہ رابطوں کی اس ڈور کو ہلایا۔ اور ''را'' اور بھارت سرکار کے ساتھ بات چیت شروع ہوئی۔ ان کا اولین مطالبہ تھا کہ جب انہیں بھارت کی طرف دھکیلا جائے تو ان کے خاندانوں کو بھارت میں پناہ دی جائے اور تحفظ فراہم کیا جائے۔ بھارت سرکار نے ان کا مطالبہ مان لیا۔ وہ اپنی جنگ آپ لڑنے پر بضد تھے۔ وہ صرف بھارت داخلے کے ذریعے اپنے خاندان کا تحفظ چاہتے تھے۔

میزو باغیوں کا خطرہ فی الحال موجود تھا۔ لیکن میزو قبائل کی بنگلہ دیش میں چین کے ذریعے تربیت کی جا رہی تھی۔ یہ چٹاگانگ کے پہاڑی علاقوں کو اپنی تربیت کے لئے استعمال کر رہے تھے۔ چکما کے قبائلیوں کے نقوش میزو کے باغیوں سے مختلف نہ تھے۔ انہیں بھی شمال مشرقی بھارت میں بغاوت کو طول دیئے جانے کے لئے استعمال کیا جا سکتا

تھا۔ انہیں ہتھیاروں سے مسلح کیا جا رہا تھا۔

لال دین گاہ جو 1971ء میں مغربی پاکستان چلا گیا تھا اس سلسلے میں اس کی بات چیت مغربی پاکستان میں موجود ''را'' کے افسر سے ہوئی۔ بعد ازاں لال دین گاہ واپس نئی دہلی بھی آیا۔ اسی دوران لال دین گاہ کے خلاف چین کے پراپیگنڈے نے میزو باغیوں میں ایک موثر ہتھیار کا کام کیا۔ چکما باغیوں نے بھارتی حکومت کو پیشکش کی کہ وہ چٹاگانگ کے پہاڑی علاقوں میں اپنی گرفت کمزور کر دیں گے۔ میزو قبائل کے اندر شورش برپا کریں گے اور بھارتی حکومت کو اطلاعات فراہم کریں گے۔

بھارت سرکار نے ایک مرتبہ پھر چکما کے خاندانوں کا بھارت میں داخلہ بند کر دیا۔ بھارت کے ساتھ ہونے والے اپنے تازہ ترین مذاکرات کے بعد وہ پرامید تھے کہ اس پر بھارت یا ''را'' کوئی ایکشن کرے گا اور انہیں اس بات کا پورا یقین تھا جس پناہ کی انہیں تلاش تھی اور یقین دلایا گیا تھا وہ انہیں مہیا نہ کی گئی بلکہ بنگلہ دیش رائفلز کو اطلاع پہنچا دی گئی اور انہوں نے مذکورہ راستہ بند کر دیا۔ جب چکما قبائل نے بھاری تعداد میں یہ سرحد عبور کر کے بھارت میں داخلے کی کوشش کی تو بنگلہ دیش رائفلز نے انہیں ہلاک کر دیا۔ اس پر حکومت نے چکما قبائل میں جاری ''را'' کا ایک اور آپریشن بند کر دیا۔

ولی خان کے ساتھ ''را'' کی غداری:

10 اپریل 1973ء میں مغربی پاکستان کی قومی اسمبلی نے ایک نیا آئین تشکیل دیا۔ چاروں صوبے سندھ، بلوچستان، پنجاب اور سرحد مل کر وفاقی پاکستان بنتا تھا۔ تاہم مارچ 1977ء کے عام انتخابات میں ذوالفقار علی بھٹو پر الزام عائد کیا گیا کہ انہوں نے بڑے پیمانے پر دھاندلی کی ہے۔ لیکن اتنے بڑے پیمانے پر بھی دھاندلی کر کے بھٹو اقتدار میں نہ آ سکے۔ ذوالفقار علی بھٹو حکومت کے ساتھ چمٹے رہنے پر بضد تھے۔ اور اس کے لئے اس نے آہنی ہاتھ استعمال کیا جس پر ہر طرف ہنگامے پھیل گئے۔

پانچ جولائی 1977ء کو آرمی چیف جنرل ضیاء الحق نے اقتدار سنبھالا اور ملک میں

ایک بار پھر مارشل لاء لگا دیا گیا۔ ضیاء الحق نے دیگر آمروں کی طرح اعلان کیا کہ وہ آزادانہ اور غیر جانبدارانہ انتخابات کروائیں گے اور اقتدار عوامی نمائندوں کے سپرد کر دیں گے۔ افغانستان میں پناہ گزیں ایک پاکستانی نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ ''اس طرح کے جاری کھیل کے نتیجے میں ہم 1980ء میں پہنچ گئے ہیں۔'' یہ تبصرہ ایک مذاق تو ہوسکتا ہے لیکن اس بات کا کیا کیا جائے کہ نئے آئین کی تشکیل کے ساتھ ہی شمال مغربی سرحدی صوبے سے افغانستان کی جانب ہجرت شروع ہوگئی۔ اگرچہ یہ محدود پیمانے پر تھی۔ اس کے ساتھ ہی ولی خان اور سیاسی پناہ کے متلاشیوں کا ایک گروپ پناہ کی تلاش میں افغانستان چلا گیا۔ جنرل داؤد جس نے تھوڑا عرصہ قبل ہی اقتدار سنبھالا تھا۔ 18 جولائی 1973ء کو افغانستان کے جمہوریہ ہونے اور خود صدر بننے کا اعلان کر دیا تھا۔ جنرل محمد داؤد نہیں چاہتا تھا کہ پاکستان سے مہاجرین آکر اس کے ملک پر بوجھ بنیں۔ اس نے پاکستانیوں کے اس گروپ کو افغانستان میں اس صورت میں قیام کی اجازت دی کہ وہ اپنے اخراجات کا کہیں اور سے انتظام کریں۔ اس طرح ولی خان نے اس مسئلے کا فوری حل ڈھونڈ لیا۔

ولی خان سے وعدۂ خلافی:

''را'' کے جاسوسوں کے قبل ازیں کابل میں ولی خان سے رابطے تھے۔ جب ولی خان نے مالی امداد کے لئے درخواست دی تو ''را'' کے افسروں کو اس درخواست پر کوئی حیرت نہیں ہوئی تھی۔ ولی خان نے مالی اعانت کے لئے کسی ہچکچاہٹ کا مظاہرہ نہ کیا کیونکہ اس کے بادشاہ خان سے قریبی تعلقات تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کے بھارت اور اس کے راہنماؤں کے ساتھ تحریک پاکستان کے دنوں میں دیرینہ مراسم تھے۔ بات چیت کو کسی حتمی نتیجے تک پہنچنے میں زیادہ وقت صرف نہ ہوا۔ یہ صورتحال افغانستان اور بھارت دونوں کے حق میں تھی۔ ایک مرتبہ پھر تقدیر ولی خان کے ساتھ نہ تھی۔ ڈیسائی حکومت کے لئے یہ بات بڑی ہیبت ناک تھی کہ بھارتی حکومت ایک

تیسرے ملک میں ایک سیاسی گروپ کو امداد دے رہی ہے۔ مرار جی ڈیسائی نے نائر کو حکم دیا کہ وہ فوری طور پر امداد بند کر دے اس طرح ''را'' کا ایک اور آپریشن بند ہو گیا۔ (یہ خیال ہے کہ جہاں سے ''را'' نے آپریشن بند کیا وہیں سے کے جی بی نے شروع کیا) اگر ولی خان کے ساتھ کئے جانے والے سلوک کی بات سچ ہے تو ولی خان جیسے لوگ آئندہ بھارت پر کبھی اعتماد نہیں کریں گے۔

''را'' کی ایک اور وعدہ خلافی:

مرار جی ڈیسائی کی طرف سے ''را'' پر لگائی جانے والی پابندیوں کی آخری وجہ سکم کا آپریشن تھا جس پر مرار جی ڈیسائی نے ایک عوامی جلسے میں تبصرہ کیا تھا۔ سکم کا آپریشن ختم ہو گیا تھا۔ ابھی کچھ الجھے دھاگے سمیٹنے باقی تھے۔ بعض لوگوں سے لی جانے والی خدمات کا معاوضہ ابھی ادا کرنا باقی تھا۔ اس کے لئے ''را'' پر مزید پابندیاں عائد کرنا ضروری سمجھا گیا۔ ایک نئی حکومت اور بیوروکریسی کے سرخ فیتے کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے یہ پابندیاں لگائی گئیں۔ وہ لوگ جنہوں نے سکم میں کشت و خون ہونے سے روکا تھا۔ اور جنہوں نے اس آپریشن کی معاونت کی، ان کے ساتھ طے شدہ معاوضے روک لئے گئے۔ یہ صورتحال ''را'' کے افسروں اور ملازمین کے لئے بہت زیادہ پریشان کن تھی۔ اس صورتحال میں کسی کے پاس وضاحت کرنے کے لئے کوئی بات کوئی نکتہ نہ تھا۔

اسٹیبلشمنٹ میں ان چاروں آپریشنز کے بارے میں چہ میگوئیاں جاری تھیں۔ اس طرح کے کچھ اور معاملات بھی تھے۔ یہ اخلاقیات کا سوال نہیں تھا۔ بلکہ یہ خدمت کے عہد کا سوال تھا۔ یہ سوال اٹھایا جانے لگا کہ ایک سرکاری ملازم کو اپنے محکمے کے قوانین کی پاسداری کرنی چاہئے یا حکومتی عہدیداروں کے انفرادی احکامات کی پابندی کرنی چاہئے۔ ملازمت دراصل ایک عہد نامہ ہے کہ حکومتی پالیسی کے اندر رہتے ہوئے سرکاری ملازم ملک کی خدمت کرے گا۔ ایک سرکاری ملازم غیر سیاسی ہوتا ہے (یا اسے غیر سیاسی ہونا چاہئے) وہ اپنے فرائض اپنی بہترین صلاحیتیں بروئے کار لا کر انجام دیتا

ہے۔ ملازمت میں اس طرح کی کوئی پابندی نہیں ہوتی کہ اپنے فرائض کے بارے رپورٹ ایک فرد واحد کو دی جائے۔

''را'' میں ہڑتال:

بارہ سالوں میں پہلی مرتبہ ''را'' کے تمام ملازمین نے اپنے آپ کو ایک گروپ کے طور پر منظم کیا۔ اس گروپ کا نام ایمپلائز ویلفیئر ایسوسی ایشن رکھا گیا۔ اس نے اولین کام یہ کیا کہ جولائی 1980ء میں ہڑتال کروا دی اور ''را'' کی تاریخ میں پہلی مرتبہ درجہ چہارم کے ڈیڑھ سو ملازمین ہڑتال پر چلے گئے۔ ''را'' میں ٹریڈ یونین نے اس کی سرگرمیوں کو اور بھی محدود کر دیا۔ دنیا کی کسی بھی انٹیلی جنس ایجنسی میں یونین بازی نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔

معلومات خواہ خفیہ طریقے سے جمع کی جائیں یا کھلے عام! ان کی مدد سے ملک کی خارجہ پالیسی اور پھر دفاعی پالیسی تشکیل پاتی ہے۔ ان دونوں پالیسیوں کی تشکیل میں انٹیلی جنس انفارمیشن کا حصہ وقتاً فوقتاً تبدیل ہوتا رہتا ہے۔ عام طور پر یہ فرض کیا جاتا ہے کہ ان معلومات کا پچاس فیصد دفاعی معاملات میں کام آتا ہے جبکہ باقی پچاس فیصد خارجہ معاملات میں کام آتا ہے۔ ان دونوں کی کامیابی کا انحصار باہمی رابطوں پر ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ ''را'' کا سٹیشن چیف یا کیس افسر بھارتی سفارت خانے یا ہائی کمیشن کے تحت اپنا جاسوسی کا کاروبار منظم کرتا ہے اور سفارت خانہ اس تمام سراغرسانی کے نظام میں مددگار ہوتا ہے۔

سٹیشن چیف کو جس طرح سفیر کی آڑ میں چھپایا جاتا ہے اس کے بہت سے فوائد ہوتے ہیں۔ یہ نظام دنیا کی تمام انٹیلی جنس ایجنسیوں میں یکساں ہے۔ اس نظام سے جاسوس کے سفارتی بیگ اور ایسے مقامات تک رسائی آسان ہو جاتی ہے جہاں پہنچنا عام افراد کے لئے ناممکن ہوتا ہے۔ اس سے دوست اور دشمن ممالک کی انٹیلی جنس ایجنسیوں میں بھی رابطے ہو جاتے ہیں۔ سربراہان مملکت کی ملاقات کے دوران بھی ان کے ہمراہ

جانے والے خفیہ ایجنسیوں کے اعلیٰ افسر ہوتے ہیں۔ تمام ممالک یہ سہولتیں استعمال کرتے ہیں۔ ایجنسیاں ہوسکتا ہے کہ کسی ملک یا جگہ پر اپنی موجودگی کی تردید کریں لیکن یہ موجود ضرور ہوتی ہیں۔ ایک ایجنسی کے دیگر ایجنسیوں کے ساتھ رابطے کو عوام میں لانے سے گریز کیا جاتا ہے۔

عوامی تنقید سے بچنے کے لئے سراغرسانی کے تمام طریقوں میں حد سے زیادہ احتیاط برتی جاتی ہے۔ اس کے لئے ایک سفیر انتہائی مفید رابطے مہیا کرتا ہے۔ 1971ء کی پاک بھارت جنگ کی مثال سامنے ہے جب پاکستان کے ایک ہمسائیہ ملک کے سٹیشن چیف نے پاکستان کے انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر سے پوری جنگ کے دوران رابطہ رکھا۔ تاکہ عوام کے علم میں لائے بغیر حالات کو پرامن بنانے کے لئے گفت وشنید کا ایک راستہ کھلا رکھا جائے۔ یہ کام ''را'' کے دفتر کے ذریعے کیا گیا اور ''را'' نے ہی جنرل نیازی کی ہتھیار ڈالنے پر رضامندی کے بعد ہتھیار ڈالنے کی تقریب اور اس سے متعلقہ دیگر انتظامات مکمل کئے تھے۔ اس قسم کے رابطے سے دونوں ممالک کسی گول میز کانفرنس یا سربراہان مملکت کی رسمی ملاقات کے بغیر ہی ایک سمجھوتے پر رضامند ہو گئے تھے اور دونوں کے مابین کوئی اور محاذ نہ کھلا۔

دشمن اور دوست ممالک کے ساتھ اگر انٹیلی جنس کے راستے کھلے رکھے جائیں تو اس طرح کے تنازعات کا حل نکل آتا ہے اور اس قسم کے مذاکرات میں اگر ناکامی بھی ہو جائے تو کوئی نقصان نہیں ہوتا کیونکہ سب کچھ خفیہ ہو رہا ہوتا ہے۔ انٹیلی جنس کے اس کھلے راستے سے زیادہ ناراضگی اور مزید مخالفت سے بچا جا سکتا ہے جو کہ بعض اوقات حالات کو مزید خراب کرنے کا باعث بنتی ہے۔ ایک ایسا ہی واقعہ اس وقت پیش آیا جب ایئر انڈیا کا ایک طیارہ ہانگ کانگ سے منیلا جاتے ہوئے فضا میں پھٹ گیا۔ اس طیارے میں چینی وزیراعظم نے سفر کرنا تھا جو کہ بنڈونگ کانفرنس میں شرکت کرنے جا رہے تھے۔

بھارتی انٹیلی جنس نے پہلے ہی یہ اطلاع دے دی تھی کہ وزیراعظم کا طیارہ فضا میں اڑا دیا جائے گا۔ چنانچہ چواین لائی کو کسی اور طیارے کے ذریعے سفر کرایا گیا لیکن عام تاثر یہی تھا کہ چواین لائی اسی طیارے میں سفر کر رہے تھے۔ طیارے کی اس تبدیلی کی خبر کو انتہائی خفیہ رکھا گیا۔ حتیٰ کہ وی آئی پی حضرات کو بھی اصل صورتحال سے بے خبر رکھا گیا۔ اس طیارے کے حادثے نے چین کے ذہن میں بھارت کے بارے میں بہت سے خدشات اور غلط فہمیاں جنم دیں۔ انٹیلی جنس بیورو (آئی بی) کا ایک فارن ڈیسک افسر تحقیقات کے لئے ہانگ کانگ گیا۔ آئی بی کے افسر نے ہانگ کانگ پولیس اور برطانیہ کی انٹیلی جنس کی مدد سے تفتیش کی اور طیارے کی ہولناک تباہی کا سراغ لگایا۔ طیارے کو تباہ کرنے والے اصل ملزم تائیوان کے ایجنٹ تھے۔ جنہوں نے ایک چینی باشندے چو چو کو خریدا تھا۔ چو چو عملہ صفائی کا ایک رکن تھا۔ تائیوانی ایجنٹ نے بھاری رقم دے کر چو چو کو اس بات پر آمادہ کیا کہ جب طیارہ ہانگ کانگ میں ایئرپورٹ پر اترے تو اس طیارے میں سامان رکھنے والے خانے میں بم رکھ دے۔ حادثے کی تفتیش کو سرعت رفتاری سے آگے بڑھایا گیا اور چو چو کو گرفتار کر لیا گیا۔

آئی بی کے متعلقہ تفتیشی افسر نے مسٹر چواین لائی سے دو گھنٹے کی طویل ملاقات کی اور تب کہیں جا کر وہ انہیں قائل کرنے میں کامیاب ہوا کہ ان کو ہلاک کرنے کی سازش کے پس پردہ کون سے لوگ ملوث تھے۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب چین اور بھارت کے تعلقات خوشگوار نہ تھے۔ اگرچہ وزارت خارجہ نے محسوس کیا تھا کہ فارن انٹیلی جنس ایجنسیوں اور وزارت خارجہ کے دفاتر کے مابین اچھے تعلقات کار کے زبردست فوائد ہیں لیکن اس کے باوجود وزارت خارجہ نے انہیں نظر انداز کرنے کا رویہ ترک نہ کیا۔ اصل مسئلہ ان کے خود ساختہ مفروضے میں مضمر تھا کہ وزارت خارجہ جب چاہے مسئلہ خود حل کرنے کی اہلیت رکھتی ہے۔ دراصل سفارت خانے کے عملے اور انٹیلی جنس کے عملے کے مابین ہمیشہ ایک سرد جنگ جاری رہتی ہے اور سفارت خانے کا عملہ محسوس کرتا ہے کہ

ان کو ملنے والی سہولتیں اور اختیارات ان سے زیادہ انٹیلی جنس کا عملہ استعمال کرتا ہے جیسے مفت شراب، ڈیوٹی فری کار اور ڈیوٹی فری شاپس سے خریداری وغیرہ۔ سفارت خانے کے عملے کے تحفظات یہ ہیں کہ انٹیلی جنس والے ایسے مقامات پر کھلے عام دندناتے پھرتے ہیں جہاں عام طور پر ایک سفیر اور دیگر عملے کے جانے پر کسی حد تک پابندی ہوتی ہے۔

بھارت میں صورتحال کچھ زیادہ ہی خراب ہے۔ عوامی وجوہات سے ہٹ کر اس خرابی کی جڑیں اس کی تاریخ میں ہیں۔ کیونکہ ''را'' کے قیام کے وقت اس میں پولیس افسروں کی ایک معقول تعداد کو ملازمتیں دی گئیں۔ پولیس افسر ملازمت کے لحاظ سے فارن سروس سے کم درجے کے ملازم سمجھے جاتے ہیں۔ جبکہ انڈین فارن سروس کو ایک اعلیٰ درجے کی ملازمت خیال کیا جاتا ہے۔ چنانچہ جب ''را'' میں متعدد پولیس افسران بھرتی کئے گئے تو اسی وقت فارن سروس کے اکثر لوگوں کے ماتھے پر بل پڑ گئے تھے۔ انڈین فارن سروس کی نسبت انڈین پولیس سروس میں جانا زیادہ آسان تھا۔ اس کے علاوہ بھی بہت سی وجوہات ہوں گی۔ ان میں سے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ دفتر خارجہ کے کچھ لوگوں کی الماریوں سے بڑی تعداد میں خاص قسم کے نقشے اور خاکے بھی ملے اور یہ لوگ بلیک مارکیٹ میں ملوث پائے گئے۔ حتیٰ کہ ماسکو کی بلیک مارکیٹ میں بھی دفتر خارجہ کے کچھ لوگوں نے ہاتھ رنگے۔

دفتر خارجہ میں کسی ''را'' کے افسر کے تقرر کا پہلا مطلب یہ ہوتا ہے کہ سب سے پہلے یہ دفتر خارجہ کے عملے کی جاسوسی کرے گا۔ یہی سوچ وزارت خارجہ کی ہوتی ہے۔ اس لئے وہ ''را'' کے افسروں سے نفرت کرتے ہیں۔ اور اس کی موجودگی کو اپنے معاملات اور ''اپنی ریاست'' میں دخل اندازی خیال کرتے ہیں۔ بیرونی ممالک میں قائم سفارت خانوں کے افسران کو یہ گلہ بھی رہتا ہے کہ ان کی طرف سے بھیجی جانے والی معلومات بیوروکریسی کے سرخ فیتے کی نذر ہو جاتی ہیں۔ جبکہ ''را'' کے متعلقہ افسر کی ڈاک فوری طور پر اوپر پہنچ جاتی ہے۔ بعض اوقات جب ''را'' کے ایک افسر کو سفیر کا سا

طرز زندگی اپنانا پڑتا ہے تو اس میں بعض اوقات وہ خود کو مشکل میں پھنسا ہوا بھی محسوس کرتا ہے اور ان سے بہت سے لطیفے بھی سرزد ہوتے ہیں۔ جنہیں سفارت کار اپنے مخصوص حلقے میں سنا کر بہت لطف لیتے تھے۔

''را'' کی تشکیل کے وقت یہ طے کیا گیا تھا کہ ''را'' براہ راست وزیراعظم کو رپورٹ کرے گی۔ وزارت خارجہ نے یہ طریقہ کار تبدیل کر دیا۔ کاؤ اور نائر کو نکالے جانے کے بعد صورتحال مکمل طور پر تبدیل ہو گئی۔ اندرونی اختلافات کھل کر سامنے آ گئے۔ وزارت خارجہ نے بیرونی ملکوں سے فارن انٹیلی جنس جمع کرنے کے فرائض سنبھال لئے۔ ''را'' کا نیا چیف جسے آسامی کو ایک درجہ کم کر کے تعینات کیا گیا تھا۔ کینٹ سیکرٹری کو رپورٹ دیتا جو کہ انٹیلی جنس بارے کچھ نہ جانتا تھا۔

یکے بعد دیگرے ہونے والے واقعات نے بھارت کی خارجہ پالیسی کو مکمل طور پر تبدیل کر دیا تھا۔ پھر کانگریس کو دوبارہ اقتدار ملا۔ 9 جنوری 1980ء کو کانگریس نے پارلیمینٹ میں دو تہائی اکثریت حاصل کی۔ حکومت کی تبدیلی کے ساتھ ہی دو واقعات رونما ہوئے۔ فلسطین لبریشن آرگنائزیشن کو سفارتی حیثیت دے دی گئی اور اس کے سربراہ یاسر عرفات کو دورۂ بھارت کے موقع پر مکمل پروٹوکول دیا گیا۔ دو روز کے بعد آٹھ جولائی 1980ء کو بھارت نے کمبوچیا کو تسلیم کر لیا۔ ان دونوں واقعات نے پوری دنیا پر اپنے اثرات مرتب کئے۔ ان واقعات پر ردعمل جمع کرنے کی ضرورت محسوس کی گئی لیکن بھارت کو اپنے بیرون ملک قائم سفارت خانوں اور وزارت خارجہ کی اطلاعات پر قناعت کرنا پڑی۔

کیا یہ سب ضروری ہے؟

''ہمیں جاسوسوں سے چھٹکارہ حاصل کر لینا چاہئے۔ یہ جنگ کا باعث بنتے ہیں۔ یہ لوگوں کو سسکنے پر مجبور کرتے ہیں، جن لوگوں کا جاسوسوں کے بارے میں یہ خیال ہے تو یہ خیال غلط ہے۔ جاسوس جنگ کی پیداوار ہوتے ہیں۔ ہمیں جنگ سے نجات

حاصل کر لینی چاہئے نہ کہ جنگ کے ہتھیار..... جاسوسی سے۔''

یہ بات برنر نیومین نے اپنی تصنیف ''جاسوسی کی دنیا'' کے آخری باب میں تحریر کی جو 1962ء میں شائع ہوئی۔ برنر چیزوں کا روشن پہلو دیکھنے والا شخص تھا۔ اس بات کو مزید اٹھارہ سال بیت گئے ہیں اور جنگ کے خطرات مستقل طور پر منڈلا رہے ہیں۔ سرد جنگوں اور ملکوں کے مابین تنازعات نے دنیا کو میدان جنگ میں تبدیل کر دیا ہے۔ اس دوران بھارت نے بھی تین جنگیں لڑیں۔ ان میں سے دو پاکستان اور ایک چین سے لڑی گئی۔ جنگوں نے دنیا کا امن داؤ پر لگا دیا ہے۔ افغانستان میں روسی مداخلت، چین کے ساتھ سرحدی تنازعہ اور پاکستان کے ساتھ آئے روز کی چپقلش نے بھارت کو جنگ کے دروازے پر لا کھڑا کیا ہے۔ کوئی بھی سرد جنگ کسی بھی وقت گرم جنگ میں تبدیل ہو سکتی ہے۔ جیسا کہ ایران عراق جنگ میں ہوا۔ دنیا کے اکثر ممالک میں طبل جنگ بج رہا ہے۔ ان تمام جنگوں کے درمیان جاسوسی کی جنگ جاری رہتی ہے اور یہ ایک ایسی جنگ ہے جس کے بارے میں شاید ہی کبھی کسی نے کوئی بات سنی ہو۔

بڑی طاقتیں ان جنگوں میں ملوث ہیں اور ان جنگوں کے ہدف تیسری دنیا کے ممالک ہیں۔ اس تمام صورتحال کو مدنظر رکھ کر ضرورت اس امر کی ہے کہ جاسوسی کا ایک منظم نظام تشکیل دیا جائے۔

جنتا حکومت کے دور میں ''را'' کو کمزور کرنے کی کوشش کی گئی اور یہ کوشش کامیاب رہی اس کا حجم اور اس کا بجٹ نصف کم کر دیا گیا۔ اس کے اثرات اب محسوس کئے جا رہے ہیں۔ انتہائی رازداری کے باوجود ''را'' کے اندر ڈالی جانے والی دراڑیں محسوس کی جا رہی ہیں۔

''را'' اپنے ''اوور ہالنگ'' کے مرحلے سے گزر رہی ہے۔ مئی 1980ء تک اسٹیبلشمنٹ کے دو سینئر افسروں کو کوچ کرنے کے احکامات مل گئے یہ ایڈیشنل ڈائریکٹر شیوراج بہادر اور جائنٹ ڈائریکٹر ایم ایس بھٹناگر تھے۔ ان دو افسروں کو اس طرح جبری

"The illustrated weekly of india"

فارغ کرنے سے بہت سوں کو حیرت ہو رہی ہے۔ ناراض عناصر کے اندر احتجاج کا ایک لاوا پک رہا ہے اور وہ جو جانتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ تبدیلی کی ہوائیں سنتوک کے جانے کے ساتھ ہی تیزی سے چلنا شروع ہو گئی تھیں۔

سنتوک نے دو سال قبل جب اختلاف کے ماحول میں ''را'' کو چھوڑا تو حالات تبھی تبدیل ہو چکے تھے۔ صحیح یا غلط کی بحث سے قطع نظر ایک بات پورے وثوق کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ کسی انٹیلی جنس ادارے کے سربراہوں کو اتنی تیزی سے تبدیل کرنا ادارے کے مفاد میں نہیں ہوتا اور اس غیر مستقل مزاجی کی وجہ سے ادارے کی کوئی مستقل پالیسی نہیں بن پاتی اور اس طرح ایجنسی کو شدید نقصان پہنچنے کا احتمال ہوتا ہے۔

دو ماہ کے بعد ایک بھارتی میگزین * نے ٹی این کاؤل کا ایک مضمون شائع کیا۔ جس میں کاؤل نے تحریر کیا کہ قومی معاملات کو اولین ترجیح کے طور پر حل کرنا وقت کی آواز ہے۔ قومی سیکورٹی کونسل کے قیام کی تجاویز بھی سنی جا رہی ہیں جو وزیراعظم کی صدارت میں کام کرے گی۔ اور جو معاملات اس کے سپرد کئے جائیں گے۔ وہ ان پر سفارشات بھی دے گی اور یہ خود بھی بہت سے معاملات کو حل کرنے کے لئے ازخود معاملات کا انتخاب کر سکے گی۔ اس طرز کی کمیٹی بنگلہ دیش کے بحران کے دنوں میں بھی کامیابی سے کام کرتی رہی ہے اور اس طرز کی کمیٹی کی آج بھی شدت سے ضرورت محسوس کی جا رہی ہے۔ اس کمیٹی کا کردار مشاورتی اور سفارشات پر مبنی ہونا چاہئے نا کہ اس کے پاس کسی حکم کو نافذ کرنے کے اختیارات ہوں۔ یہ مختلف وزارتوں کے روزمرہ امور میں مداخلت نہ کرے بلکہ مختلف وزارتوں کو مشورہ دینے کی پابند ہو۔''

بیوروکریسی کی مشینری آہستہ روی سے کام کرنے کی عادی ہوتی ہے۔ جبکہ سیاسی راہنما روزمرہ کے بحرانوں سے نبٹنے میں مصروف ہوتے ہیں۔ اس صورتحال میں ایسی کمیٹی کی ضرورت محسوس ہوتی ہے جو فوری فیصلے کر سکے۔ اس کمیٹی میں ماہرین شامل ہوں، جو سیاسی دباؤ سے آزاد ہو کر ملکی سلامتی بارے فیصلے کر سکیں۔ ملک کو اس وقت جس چیز کی

PakistaniPoint
www.pakistanipoint.com

ضرورت ہے وہ جماعتی صدارتی نظام حکومت نہیں بلکہ پارلیمانی نظام کو ادارہ جاتی بنانے کی ضرورت ہے۔ نیشنل سیکورٹی کونسل کے قیام کی ضرورت ان میں سے ایک ہے۔

''را'' ایک مایوس تنظیم بن چکی ہے۔ اس مایوسی کا آغاز بہر حال جنتا حکومت کے دور میں ہونے والی پیش قدمیوں سے ہو گیا تھا۔ جنتا حکومت نے یہ کہہ کر اس کے پر کاٹ دیئے تھے کہ اس نے مسز اندرا گاندھی کے دور میں ملک نہیں مسز گاندھی کی خدمت کی تھی۔

قوموں کی زندگی میں اسی یا سو سال کا عرصہ زیادہ عرصہ نہیں ہوتا۔ جدید عہد کا یہ اعلان ہے کہ وہی قوم زندہ رہے گی جو اپنی آنکھیں اور کان کھلے رکھے گی اور آنے والے خطرات کا مقابلہ کرنے کے لئے خود کو ہر قسم کے ہتھیاروں سے لیس کرے گی۔

☆☆☆☆

www.pakistanipoint.com

بھارتی خفیہ ایجنسی ''را'' کی بانی اندرا گاندھی کی ذوالفقار علی بھٹو کے ہمراہ شملہ مذاکرات (1972ء) کے دوران یادگار تصویر۔ بھارت میں جب ''را'' پر زوال آیا اور بھارتیہ جنتا پارٹی نے اس کے گرد گھیرا تنگ کیا تو اس پر ایک الزام یہ بھی تھا کہ ''را'' نے اندرا گاندھی کی دولت بیرون ملک پہنچانے میں ان کی مدد کی ہے۔

www.pakistanipoint.com

RAW

TOP SECRET

COPY 3 OF 4

RESEARCH & ANALYSIS WING

JZX/629/OPS/1/SDB

10 JAN,2015

1. Reference telcon OP Thunder Bolt, Location Baramula Bazar, Dress Mujahideen.

DOWNGRADED AT 12 YEAR INTERVALS; NOT AUTOMATICALLY DECLASSIFIED. DOD DIR 5200.10

2. The mission is to be conducted in the third week of February (date & time to be communicated at a later stage). Area LEAs are to be instructed to provide complete assistance to the operatives during the mission.

3. All addressed are to personally collect details/further instructions from the undersigned within 24 hours of receipt of this letter.

Vikram Bhattachariya
Secretary Operations
(Research & Analysis Wing)

TOP SECRET

www.pakistanipoint.com

"را" کی ہولناک سازشوں کا ثبوت

RAW

TOP SECRET

COPY 2 OF 3

RESEARCH & ANALYSIS WING

CJ/609/OPS/2/HT

APPROVED

20 April, 2015

The Joint Sec (Area-II)
Research & Analysis Wing.

1. Ref meeting between C&A reps of TM and Mr. Shankar held on 13 April 2015 at KC for Op 'Early Bird'.

2. It is apprised that NSA is extremely concerned about health conditions and security arrangements for Kaishwar Singh and Urmila Singh.

3. You are required to update the undersigned on the crops field area between the farms of W. Khan and Kaishwar Singh with favorable focus on their health. In light of CMPS Han's visit of 15 - 16 April 2015, NSA desires that for 'Vheat Harvesting' Raj farmers be utilized, replacing regulars.

4. Evaluate existing security apparatus (manpower, type of weapons and availability of bird) for Kaishwar and Urmila as discussed at Op meeting. Submit a detailed report within the discussed time as NSA desires implementation before arrival of AFO in your area.

5. Confirm receipt by telecon, please.

Mohini is just the same, I find; only he is raised one step higher. And now he will never speak

(Deshmukh Panday)
Addl Sec
R&AW

COPY TO:

1. THE NATIONAL SEC ADVISOR
2. JOINT SEC AREA-I (R&AW)

www.pakistanipoint.com

تحقیقی صحافی مقبول ارشد کی تھلکہ خیز کتاب

پاکستانی سیاست کی ریشہ دوانیاں، سفارت کاری کی وارداتیں اور ضمیر فروشی کی داستانیں

خفیہ امریکی رپورٹیں

پاکستان کے بارے میں امریکی سفارت خانے سے واشنگٹن بھجوائی جانے والی ٹاپ سیکرٹ رپورٹیں

اس کتاب میں وہ سب کچھ ہے جو آپ جاننا چاہتے ہیں

- امریکہ کی پاکستان میں دلچسپیاں، اہداف اور مقاصد
- کہوٹہ پلانٹ کی جاسوسی کرنے والے امریکی ایجنٹ
- سفارت کاروں کی جاسوسی کے نت نئے انداز

کون سے پاکستان حساس معاملات پر امریکیوں کو اطلاعات فراہم کرتے رہے؟

پاکستان میں امریکیوں کے پے رول پر کام کرنے والے ایجنٹ کون ہیں؟

ضمیر فروش حکمرانوں، سیاست دانوں اور اعلیٰ سرکاری افسران سمیت سب بے نقاب

یہ ٹاپ سیکرٹ رپورٹیں امریکی وزارت خارجہ اور پینٹاگون میں محفوظ ہیں

ابھی آرڈر کریں

فیکٹ پبلیکیشنز 14/b علی پلازہ سیکنڈ فلور ٹیمپل روڈ لاہور

www. factpublications.com, Email: factpublications@fact.com.pk

www.facebook.com/Fact.Publications ابھی کال کریں یا فیس بک پر میسج کریں

042 36374538, 0300 9482775